سلطان الشہداء

حضرت سید سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ

سید ظفر احسن بہرائچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ط بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ ۝

اور اُن لوگوں کو مردہ نہ کہو جو اللہ کی راہ میں شہید ہوئے ہیں بلکہ زندہ ہیں مگر تم نہیں سمجھ سکتے۔

سُلطَانُ الشُّہَدآء

حضرت سید سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ

سید ظفر احسن بہرائچی

ناشر

خانقاہ نعیمیہ، بہرائچ

rekhta

فہرست مضامین

۱۔	شرف انتساب	5
۲۔	حرف چند	6
۳۔	سلطان الشہداء ایک نظر میں	7
۴۔	شجرۂ نسب	26
۵۔	حالات	27
۶۔	ولادت باسعادت	34
۷۔	تعلیم و تربیت	37
۸۔	بہرائچ آنے کا سبب	41
۹۔	شہادت	50
۱۰۔	سید سالار مسعود غازیؒ سے حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ کا خاندانی تعلق	56
۱۱۔	سید سالار مسعود غازیؒ کے مزار پر متعدد بادشاہوں کی حاضری	63
۱۲۔	کرامات سید سالار مسعود غازیؒ	72
۱۳۔	مزارات شہداء	94

rekhta

۱۴۔ سالانہ میلہ و عُرس	96
۱۵۔ حضرت سکندر دیوانہؒ	103
۱۶۔ بی بی مائلہؒ	105
۱۷۔ قدمِ رسول اللہ ﷺ	106
۱۸۔ حضرت امیر نصر اللہ شاہ غازیؒ	108
۱۹۔ حضرت سالار سیف الدین غازیؒ	111
۲۰۔ حضرت رجب سالار بٹیلہ غازیؒ	115
۲۱۔ حضرت امیر خضر شہیدؒ	122
۲۲۔ حضرت بھولے شہیدؒ	122
۲۳۔ حضرت امیر حسن شہیدؒ	124
۲۴۔ حضرت خنجر شہیدؒ	124
۲۵۔ حضرت عالم شہیدؒ	126
۲۶۔ حضرت سید ابراھیم شہیدؒ	126
۲۷۔ کتابیات	127

rekhta

شرف انتساب

بنام

۱۔ مُجاہدِ کبیر کاروانِ عشق و معرفت کے امیر سلطان الشہداء حضرت سید سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ۔

۲۔ قُطب الاقطاب حضرت مخدوم سید بڈھن چشتی بہرائچی رحمتہ اللہ علیہ۔

۳۔ تاج الاولیاء امام الاصفیاء زبدۃ الاتقیاء بدر العلماء صدر الفضلاء عارف باللہ حضرت مولانا شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ نقشبندی مجددی مظہری رحمتہ اللہ علیہ۔

۴۔ زبدۃ العلماء قدوۃ الفضلاء اکمل الکملاء عارف باللہ حضرت مولانا شاہ بشارت اللہ بہرائچیؒ نقشبندی مجددی مظہری نعیمی رحمتہ اللہ علیہ۔

۵۔ قدوۃ الاخیار اُسوۃ الابرار عارف باللہ حضرت مولانا شاہ ابوالحسن بہرائچیؒ نقشبندی مجددی مظہری نعیمی رحمتہ اللہ علیہ۔

۶۔ شیخ الطریقت عارف باللہ حضرت مولانا سید شاہ اعزاز الحسن بہرائچیؒ نقشبندی مجددی مظہری نعیمی رحمتہ اللہ علیہ۔

سید ظفر احسن بہرائچیؒ غفرلہٗ

سلطان الشہداء حضرت سید سالار مسعود غازیؒ اور آپکا خاندان ایک نظر میں۔

حسب ونسب	:	علوی سید
ولادت باسعادت	:	۲۱؍رجب ۴۰۵ھ مطابق ۱۵؍جولائی ۱۰۱۵ء بروز اتوار بوقتِ صبح صادق بمقام اجمیر شریف
تعلیم کی رسمِ بسم اللہ خوانی	:	ماہِ ذی القعدہ ۴۰۹ھ مطابق ۱۰۱۹ء ۴ سال ۴ ماہ ۴ دن کی عمر میں قلعۂ اجمیر میں
تکمیل علوم ظاہری وباطنی و فن سپاہ گری	:	۴۱۴ھ نو سال کی عمر میں
بیعت وخلافت	:	۴۱۵ھ حضرت سالار ساہو غازیؒ سے دس سال کی عمر میں
رُشد وہدایت کی مسند پر	:	۴۱۵ھ دس سال کی عمر میں
استادِ محترم	:	حضرت میر سید ابراہیم شہیدؒ
استادِ محترم کی شہادت	:	۱۵ رجب المرجب ۴۲۴ھ

rekhta

استاد محترم کا مزار مبارک : محلہ اکبر پورہ بہرائچ میں روڈ ویز بس اڈہ جاتے ہوئے لب سڑک ایک احاطہ میں واقع ہے۔

والد ماجد : حضرت سالار ساہو غازیؒ (پہلوان لشکر)

سالار ساہو کی ستر کھ میں آمد : اوائل ۴۲۱ھ مطابق ۱۰۳۰ء

والد ماجد کی وفات بمقام ستر کھ : ۲۵ رشوال ۴۲۳ھ مطابق ۱۰۳۲ء

قطعہ تاریخ

کیا پہلوان نے جو لشکر سے کوچ — بہت ہر طرف غم نمایاں ہُوا
سن انتقال اکبرِ وارثی — یہ لکھ دو سلح دار پنہاں ہُوا
۴۲۳ھ

والد ماجد کا مزار مبارک : ستر کھ ضلع بارہ بنکی میں

والدہ ماجدہ : حضرت بی بی ستر مُعلّیٰ (بہن سلطان محمود غزنوی)

والدہ ماجدہ کی وفات : ۴۲۰ھ مطابق ۱۰۲۹ء کا ہیلر

(واقع کشمیر) میں وفات پائی اور

غزنی میں دفن ہوئیں۔

قطعہ تاریخ

جنت میں گئیں عفیفۂ دہر حُورانِ جناں ہوئیں قدم بوس

ہجری تاریخ ہاتفِ غیب بُولا۔ افسوس آہ افسوس

۴۲۰ھ

بہن	:	(صرف ایک) حضرت نور بی بی صاحبہؒ
بہنوئی	:	حضرت سالار زنگی غازیؒ
بڑے والد	:	حضرت سید میر نصر اللہ غازیؒ دِکولی شریف
بڑے والد کی شہادت	:	۱۲/۱۳/رجب کے درمیان ۴۲۴ھ
مزار مبارک	:	بہرائچ سے بھنگا جانے والی روڈ پر ۱۲ کلومیٹر پر دکولی شریف میں
چچا	:	حضرت سالار سیف الدین غازیؒ عرف سُرخرو سالار

چچا کی شہادت :	۱۳؍رجب المرجب ۴۲۴ھ بروز بدھ
چچا کا مزار مبارک :	بہرائچ میں درگاہ شریف جاتے ہوئے محلّہ بخشی پورہ میں حضرت حافظ حیرت شاہؒ کے مزار کے تھوڑے فاصلے پر واقع ہے۔
بھانجے :	حضرت سالار رجب بٹیلہ غازیؒ
ماموں :	سلطان محمود غزنوی
ماموں کی وفات :	۲۳؍ربیع الاول یا ربیع الآخر ۴۲۱ھ مطابق ۲۹؍اپریل ۱۰۳۰ء شب پنج شنبہ ۶۳ سال کی عمر میں ۳۲ یا ۳۵ سال حکومت کر کے اس جہاں سے انتقال کیا۔
ماموں کا مزار :	قصرِ فیروزہ (باغِ فیروزی) غزنی افغانستان
سلطنتِ غزنی سے سلطان الشہداء کی علاحدگی۔ :	قریب ختم ۴۱۸ھ مطابق ۱۰۲۷ء یا شروع ۴۱۹ھ مطابق ۱۰۲۸ء۔
سلطان الشہداء کی ہندوستان میں آمد۔ :	اوائل ۴۱۹ھ مطابق ۱۰۲۸ء

rekhta

سلطان الشہداء کی سترکھ میں آمد	: ۴۲۰ھ مطابق ۱۰۲۹ء
سلطان الشہداء کا تین سال قیام	: ۱۷ شعبان یا رمضان ۴۲۳ھ مطابق جولائی یا اگست ۱۰۳۲ء
سترکھ کے بعد بہرائچ میں آمد	: ۱۸ سال کی عمر میں مشرقی اور جنوبی سرحد سے۔
بہرائچ میں پہلی عبادت گاہ	: انارکلی جھیل کا بلند ترین حصہ جہاں آج بھی نشان یادگار ہے۔
بہرائچ کا پہلا معرکہ	: محرم ۴۲۴ھ مطابق ۱۰۳۳ء
بہرائچ کا دوسرا معرکہ	: غالباً ربیع الثانی ۴۲۴ھ مطابق ۱۰۳۳ء
بہرائچ کا تیسرا فیصلہ کن معرکہ	: ۱۳ رجب ۴۲۴ھ مطابق ۱۰۳۳ء
سال شہادت	: ۱۴ رجب المرجب ۴۲۴ھ مطابق ۱۰ جولائی ۱۰۳۳ء بعد نماز عصر بروز اتوار
کُل عمر شریف بوقتِ شہادت	: ۱۸ سال، ۱۱ ماہ، ۲۴ دن
شہید کرنے والا	: سُہر دیو (سُہیل دیو)

rekhta

مرتبۂ شہادت

خدا کے راستے کا غازی خوشنودیٔ رب کے لئے جب اپنا سر کٹاتا ہے تو چاہے وہ کتنا ہی گنہگار ہو ابرِ رحمت کے چھینٹے اس کے تمام گناہوں کو دھوڈالتے ہیں۔ اور اعمالِ بد کی تمام کثافتیں اس کے لہو کی گرمی سے محو ہو جاتی ہیں۔

اَلْقَتْلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یُکَفِّرُ کُلَّ خَطِیْئَۃٍ فَقَالَ جِبْرَئِیْلُ اِلَّا الدَّیْنَ۔
(ترمذی وابن ماجہ حقوق المسلم)

خدا کی راہ میں قتل ہونا تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے، حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا قرض کے علاوہ۔

راہِ خدا میں جس نے قتال کیا اس کے لئے ''وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ۔ فرمایا گیا ہے۔ روزِ قیامت جہاد میں زخمی ہونے والوں کی یہ شان ہوگی کہ ان کے تروتازہ زخم سے مشک و زعفران کی خوشبو نکلتی ہوگی اور بڑی سج دھج کے ساتھ وہ خدا کی بارگاہ میں پہونچیں گے۔ اس لئے پیغمبرِ اسلام نے راہ حق میں جامِ شہادت کے نوش فرمانے کی تمنا ان الفاظ میں فرمائی ہے:-

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوَدِدْتُ اَنْ اُقْتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ اُقْتَلَ اَحْیٰ ثُمَّ اُقْتَلَ اَحْیٰ ثُمَّ اُقْتَلَ۔

''اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے' میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ راہ حق میں

شجرۂ نسب حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہ

حضرت محمد بن حنیفہؒ

حضرت شاہ عبد المنان غازیؒ

حضرت شاہ بطل غازیؒ

حضرت شاہ ملک آصف غازیؒ

حضرت شاہ عمر غازیؒ

حضرت شاہ طیب غازیؒ

حضرت شاہ طاہر غازیؒ

حضرت شاہ عطاء اللہ غازیؒ	حضرت شاہ نور اللہ غازیؒ
حضرت سالار ساہو غازیؒ	حضرت شاہ قطب غازیؒ
حضرت سید سالار مسعود غازیؒ	حضرت سالار زنگی غازیؒ
	حضرت سالار رجب غازیؒ

حالات

حضرت سید سالار مسعود غازیؒ بواسطہ محمد ابن حنیفہؒ حضرت علی کرّم اللہ وجہ کی اولاد اور سلطان محمود غزنوی کے بھانجے ہیں۔ حضور ﷺ کے غلاموں میں سے جس قدر فتوحات ہند میں ان بزرگوں نے حاصل کیں کسی دوسرے کو ایسی نصیب نہیں ہوئیں۔ گو سب سے پہلے ۲۴ھ مطابق ۶۴۵ء میں خلیفۂ ثالث حضرت عثمان ابن عفانؓ نے مہلّب ابن ابی صفرہ کے زیرِ سیادت ایک فوج ہندوستان روانہ کی اور کچھ دنوں بعد ایک عرب سردار (حضرت خالد بن عبداللہؓ) نے کچھ فتوحات حاصل کیں اور ۹۳ھ مطابق ۷۱۲ء میں حضرت محمد بن قاسم کو خلیفہ ولید بن عبدالملک (متوفی ۹۶ھ مطابق ۷۱۵ء) نے ایک لشکر جرار کا سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ اُس وقت محمد بن قاسم کی عمر صرف ۱۷ سال کی تھی۔ اس قائدِ اعظم نے بہت سے مقامات بھی فتح کیے اور خلیفہ عمر ابن عبدالعزیزؒ کے زمانے تک مفتوحہ ممالک پر قبضہ بھی رہا مگر یہ تمام تر کوششیں صرف سندھ و ملتان کے گردونواح تک محدود رہیں۔ محمود غزنوی نے خود علیٰ اختلاف الروایت ہند پر اٹھارہ حملے کیے مگر کسی حملے میں قنوج سے آگے نہ بڑھ سکا۔

مجاہدین میں یہ خصوصیت حضرت سید سالار مسعود غازیؒ ہی کو حاصل رہی کہ انہوں نے دہلی جیسے بڑے بڑے مقامات فتح کرتے ہوئے ستر کھ ضلع بارہ بنکی میں آ کر دم لیا اور وہاں سے دنیا کے قدیم ترین شہر بہرائچ کو فتح فرما کر یہیں جامِ شہادت نوش فرمایا۔

آپ کا نام نامی شمالی ہندوستان میں کافی مشہور ہے۔ دہلی سے لیکر بنارس اور غازی پور، جونپور، مرزاپور کے علاقے تک آپ کی یادگاریں ملتی ہیں۔ جن میں سے کئی مقامات پر ہندی مہینے چیت کے حساب سے میلہ ہوتا ہے۔ ہندوستانی عوام کو آپ سے بڑی عقیدت ہے۔ آپ کا مزار مشہور تاریخی شہر بہرائچ میں واقع ہے جو شمالی مشرقی ریلوے کی گونڈہ میلانی شاخ کا مشہور اسٹیشن اور ضلع کا صدر مقام ہے۔ یہ گونڈہ سے ۶۳ کلومیٹر دور واقع ہے۔ مزار اسٹیشن سے شمال جانب بھنگا روڈ پر تقریباً ڈیڑھ کلومیٹر دور واقع ہے۔

حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کی ذات گرامی کئی ناموں سے مشہور ہے۔ کسی علاقے میں آپ بالے میاں اور بالا پیر، کہیں غازی میاں اور غازی بابا، اور کہیں سید سالار اور سالار رجب کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔ آپ کا اصلی نام امیر مسعود ہے۔ آپ کی مفصل سوانح حیات پر روشنی محمود غزنوی اور اسکے بعد کے زمانے کی تاریخوں کی روایتوں سے بھی پڑتی ہے۔

لیکن تاریخوں میں آپکا براہ راست تذکرہ آٹھویں صدی ہجری کی لکھی ہوئی تاریخوں سے شروع ہوتا ہے جو اب تک جاری ہے۔

سفرنامہ ابن بطوطہ (۷۴۲ھ مطابق ۱۳۴۱ء) تاریخ فیروز شاہی برنی (۷۵۸ھ مطابق ۱۳۵۷ء) تاریخ فیروز شاہی عفیف (۷۹۷ھ) تاریخ داؤدی اور واقعاتِ مشتاقی (۱۵۷۲ء) میں آپ کا اور آپ کے مزار کا ذکر موجود ہے۔ پھر بادشاہ اکبر کے عہد کی تاریخوں میں سے طبقات اکبری (۱۰۰۲ھ مطابق ۹۳-۱۵۹۲ء) تاریخ فرشتہ (۱۰۱۵ھ مطابق ۱۶۰۶ء) اکبر نامہ اور منتخب التواریخ میں ذکر آیا ہے یہاں تک کہ صاحب مرآۃ الاسرار شیخ عبدالرحمن چشتیؒ کی مستقل کتاب مرآۃِ مسعودی سامنے آتی ہے جو جہانگیر کے زمانے میں تصنیف ہوئی۔

مصنف کا بیان ہے کہ مرآۃِ مسعودی کا مآخذ ملا محمد غزنوی کی تاریخ ہے جو محمود غزنوی کے ساتھ آئے تھے۔ اس لحاظ سے مرآۃِ مسعودی کا پایہ فیروز شاہ سے اکبر کے دور تک کی تاریخوں سے بڑھ جاتا ہے حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کا جو نسب نامہ مرآۃِ مسعودی میں ہے اس سے آپ نسباً علوی قرار پاتے ہیں۔

تاریخ فیروز شاہی وغیرہ میں آپ کے نام کے ساتھ سید[1] نہیں لکھا گیا ہے۔ مولانا عبدالرحمٰن چشتی نے آپ کو سید الشہداء کے لقب سے یاد کیا ہے۔ آپ کا اسمِ گرامی حضرت علی کرم اللہ وجہ کے صاحبزادہ حضرت محمد ابن حنیفہؓ کے ذریعہ گیارہویں پشت میں ہے۔ آپ علوی ہونے کے باوجود آپ کا محمود غزنوی کے رشتہ داروں میں ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ اس زمانے میں ایسی رشتہ داریاں ہوتی تھیں۔

---

[1] عرب میں سید کا لفظ حسنی، حسینی اور فاطمی کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ مگر عرب سے باہر یہ تفریق نہ تھی۔ محمود غزنوی کے زمانے میں یہ تفریق نہ رہی کیوں کہ بقول بیہقی کے عبدالعزیز علوی جو محمود کے انتقال کے وقت مشہور علویوں میں سے تھے اور جس کو محمود کے بیٹے مسعود غزنوی نے اپنے بھائی محمد کے پاس قاصد بنا کر بھیجا، سید کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ اسی طرح سے العتبی۔ نے ابوالحسن ہمدانی علوی کا جن کو امیر ابوالحارث نے ایلچی بنا کر محمود کے پاس بھیجا، سید کے لقب سے ذکر کیا ہے۔ حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کا سب سے پہلے مرآۃِ مسعودی نے سید الشہدا کے لقب سے تذکرہ کیا ہے۔

فرشتہ نے آپ کو'' خویشاوند سلطان محمود بود'' لکھا ہے اور مولانا نظام الدین نے طبقاتِ اکبری میں ''یکے از اقارب سلطان محمود بود'' تحریر کیا ہے۔ داراشکوہ نے شیخ عبدالحقؒ کے حوالے سے اپنی کتاب سفینۃ الاولیاء میں یہ لکھا ہے کہ ''از سرداران و غازیان لشکر سلطان محمود غزنوی اند۔ در اوائل اسلام در ہندوستان فتوحات بسیار نمودہ اند و بدرجۂ شہادت رسیدہ''۔

آپ کا ننہالی تعلق محمود غزنوی کے خاندان سے تھا۔ عباس خاں شیروانی نے اپنی کتاب حیاتِ مسعودی میں اس پر تاریخی بحث کی ہے۔ آپ کی والدہ بی بی سترِ معلّٰی محمود کی سگی بہن نہیں تھیں بلکہ چچازاد یا سوتیلی بہن تھیں۔ ان کے شوہر حضرت سالار ساہو محمودی فوج کے ایک مشہور سردار تھے۔ مصنف تاریخ مسعودی لکھتے ہیں ۳۸۷ھ مطابق ۹۹۷ء میں امیر سبکتگین مر گیا۔ اس وقت اس کی چھ اولادیں تھیں جن میں چار لڑکے امیر اسماعیل، امیر یوسف، امیر نصر و سلطان محمود اور دو لڑکیاں جن میں سے ایک تو علی بن مامون شاہ خوارزم متوفی ۴۰۷ھ مطابق ۱۰۱۶ء کے نکاح میں آئی۔ دوسری لڑکی بی بی سترِ معلّٰی تھیں جن کا نکاح حضرت سید سالار ساہو غازیؒ بن شاہ عطاء اللہ غازی سے ہوا۔

بہر حال حضرت سالار ساہو سنہ ۱۰۴ھ مطابق سنہ ۱۰۱۰ء میں ایک سرکاری تقرر پر (یعنی مظفر خاں حاکم اجمیر کی مدد کے لئے سلطان محمود غزنوی کے حکم سے قندھار اور ٹھٹھ کے راستے اجمیر روانہ ہوئے تو راستے میں اکثر بزرگوں سے ملے۔ سب نے فتح اور فرزند صالح کی بشارت دیکر نصیحت کی کہ تمہارے جو بچہ ہواس کا نام مسعود رکھنا۔ یہاں تک کہ حضرت سالار ساہو اجمیر سے چند منزل ادھر ایک پہاڑی کے نیچے حضرت خضر علیہ السلام سے ملے۔

انھوں نے فرمایا کہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھو اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ بار سورۂ اذا جاء نصر اللہ آخر تک پڑھ کر نماز پوری کرو پھر سجدہ میں سات بار "سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّنَا وَ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَ الرُّوحِ ط" پڑھو اور سات بار درود شریف پڑھ کر خدا تعالیٰ سے جو حاجت مانگو گے وہ پوری کرے گا اور ایک درخت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس کے نیچے جو میوہ ملے لے آؤ اور بحفاظت تمام آدھا تم اور آدھا اپنی اہلیہ کو کھلاؤ اللہ تعالیٰ تم کو اس سفر میں دو نعمتیں عطا فرمائے گا۔ ایک فتح دوسرا فرزند صالح جس کے وجود سے قیامت تک تمہارا نام روشن رہے گا۔ وہ صاحبِ ولایت ہوگا۔ ظلمتِ کفر اس کی وجہ سے دور ہوگی۔ تمام خلقت کی حاجتیں اس کے توسّل سے پوری ہونگی۔ ہند میں جہاد کر کے سلطان الشہداء کا خطاب پائے گا۔

حضرت سالار ساہو ان بشارات سے شاداں وفرحاں میوہ لئے
ہوئے اپنے مکان پر تشریف لائے اور حسب ارشاد حضرت خضرؑ اس میوہ کو
میاں بیوی نے ملکر کھایا۔ خدا کے حکم سے حضرت سید صاحبؒ کچھ دنوں بعد
شکم مادر میں تشریف لائے اور آپ کی والدہ ماجدہ کو آپکی تشریف آوری
سے بہت کچھ فرحت و سرور ہوا۔ طرح طرح کی بشارتیں آپ کے متعلق
غیب سے سنائی دینے لگیں۔

ولادت باسعادت

چنانچہ اجمیر میں بتاریخ ۲۱ رجب ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۵ جولائی ۱۹۸۵ء بروز اتوار بوقت صبح صادق اوّل ساعت مثلِ آفتاب جہاں تاب پیدا ہوئے۔

قطعاتِ تاریخِ ولادت

پیدا ہوا جہاں میں وہ رشکِ مہر و ماہ | جس نے تمام ہند میں پھیلائی روشنی
کیا کہنا اس کے حسنِ خداداد کا غنیؔ | ظلمت میں جس نے نور کی دکھلائی روشنی

مہرِ مسعود جب ہوا تاباں | ہوگیا عرش و فرش نورانی
لکھی تاریخ یہ عنایتؔ نے | قطب عالم حبیبِ سبحانی

(۱۴۰۵ھ)

قطعۂ دیگر

ہوئے پیدا جو غازیٔ مسعود | ظلمتِ جہل ہوگئی کافور
اکبرؔ وارثی یہ ہے الہام | لکھ ولادت کا سال مطلعِ نور

(۱۴۰۵ھ)

دیگر

رحمت کے پھول دین میں اسلام کے کھلے | پیدا ہوئے جو سیّد سالار نیک فام
اکبر تمام خلق ہے ان کی طرف رجوع | سالِ ولادت اُن کا لکھو مرجعِ انام

(۴۰۵ھ)

دیگر

ہُوا روشن جو طالع مسعود | جگمگاتے ہیں دین اور دنیا
سنِ ولادت کا یہ لکھو اکبر | دین ودنیا کے کعبہ وقبلہ

(۴۰۵ھ)

حُسنِ یوسفی، نمکِ ابراہیمی، نورِ محمدی، جبینِ انور سے عیاں تھا

چہرۂ منوّر سے آفتابِ ولایت تاباں تھا

جبیں سے دبدبہ حیدری نمایاں تھا

تمام چہرۂ پُر نور مہرِ تاباں تھا

ہر طرف خوشی کے باجے بجتے تھے۔ تین شبانہ روز تک اجمیر کے گھر گھر، کوچہ و بازار میں خوشی ہوتی رہی اور حضرت سالار ساہو پہلوانِ لشکر نے انتہائے شوق وخوشی میں جو کچھ ان کے پاس نقد وجنس تھا سب کو یعنی درویشوں، فقیروں ویتیموں کو دے دیا۔

rekhta

اور چند روز تک ہر گروہ ہر فرقے کے ساتھ جس میں اہل دنیا و اہل آخرت بھی شامل تھے خوشی کی مجلس آراستہ رکھی۔ بعد ازاں منجموں کو اپنے حضور میں طلب کر کے فرمایا کہ فرزند مسعود کا ستارہ علم نجوم میں دیکھو۔ منجموں نے عرض کی کہ یہ فرزند سعادت مند اوّل ساعت آفتاب کہ سعد اکبر ہے۔ مثل آسمانی کتب کے دنیا میں آیا ہے۔ یہ بادشاہ ہوگا اور بزرگی سے تا بہ مغرب اس پسر کا نام روشن ہوگا۔ اور بہت بڑا غیور ہوگا اور کوئی سرکش اس کے سامنے نہ آوے گا۔ لیکن بعد بلوغ بادشاہ کے وزیر سے دشمنی ہوگی۔ بعد ازاں وہ ملک کہ جس پر کسی مسلمان نے قبضہ نہ پایا ہو، یہ اپنے قبضہ میں لاوے گا اور دین کے معاملے میں نہایت ثابت قدم رہے گا۔ حضرت سالار ساہو یہ مژدہ سن کو پھولے نہ سمائے۔ منجموں کو بہت انعام دیا۔ اور حقیقتِ حال کو معہ بعض تحفہ جات ہندوستانی کے بخدمت سلطان محمود غزنوی لکھ بھیجا۔ بادشاہ بھی ولادت خواہر زادہ سے نہایت خوش دل ہوا۔ اور خلعت ہائے فاخرہ برائے حضرت سالار ساہو پہلوانِ لشکر و ستر معلیٰ و سالار مسعود مرحمت کئے اور فرمان بدست خطِ خاص مزیّن کر کے ہر قسم کی توجہ و مہربانی سے بھیجا کہ ریاست اس ملک کی آں برادر معہ فرزندان مبارک ہو۔

تعلیم وتربیت، اخلاق، ریاضت ومجاہدہ

آپ کی عمر جب چار سال کی ہوئی (ذیقعدہ ۴۰۹ھ مطابق ۱۰۱۹ء) میں تو تعلیم کے لئے حضرت میر سید ابراہیم صاحب کے پاس بٹھائے گئے اور نو سال کی عمر میں علوم مروجہ سے فارغ ہو کر دسویں برس ریاضت ومجاہدہ کی طرف متوجہ ہوگئے۔ اجمیر کی ایک پہاڑی پر تالاب انا ساگر کے کنارے ایک گنبد بنا ہوا ہے جو چلہ مسعود غازی کے نام سے مشہور ہے۔ تاریخ میں اس کا کچھ ذکر نہیں ممکن ہے کہ یہ مقام آپکی ریاضت کا ہو۔ رات کو آپ شب بیداری فرماتے اور صبح چاشت کے وقت ورد و وظائف میں مشغول رہتے۔ چاشت پڑھ کر دیوان خانہ میں کچھ دیر تشریف رکھ کر مشائخین وعلماء کی خدمت میں تشریف لاتے تھے اور کھانا تناول فرما کر محل سرا میں تشریف لے جاتے۔ ظہر کے بعد وہاں سے تشریف لا کر کچھ دیر دیوان خانہ میں ٹھہرتے اس کے بعد ہر ہم عصر امیر زادوں کی ملاقات میں مصروف ہو جاتے تھے۔ شوق جہاد، فصاحت و بلاغت جود وسخاوت، زہد واتقاء میں آپ کا پایہ بہت ارفع واعلیٰ تھا۔

اجمیر میں آپ کے والد ماجد دس سال تک مقیم رہے۔ بعد کو سلطان محمود غزنوی نے نصف فوج کا افسر اعلیٰ بنا کر حسب استدعاء والی کا ہیلر (واقع کشمیر) کا ہیلر روانہ ہو جانے کا حکم دیا۔ حضرت سالار ساہو نے سید صاحب کو مظفر خاں وسید ابراہیم کے سپرد فرمایا اور خود کا ہیلر تشریف لے گئے۔ جب وہاں پہونچے تو دیکھا کہ حاکم کا ہیلر دشمنوں سے گھرا ہے۔ حضرت سالار ساہو نے نہایت شجاعت و مردانگی سے دشمنوں کا قلع وقمع کیا اور فتح مندی کی مبارک باد سلطان محمود کو لکھ بھیجی۔ سلطان نے اس علاقے کو بھی آپ کے سپرد فرمایا۔ اس وجہ سے حضرت سالار ساہو نے وہیں اقامت اختیار کر لی اور سید صاحب کو لکھ بھیجا کہ تم معہ اپنی والدہ کے یہیں آجاؤ۔ اس خبر کے ملتے ہی سید صاحب نے (۴۱۷ھ مطابق ۱۰۲۶ء کے نصف میں) روانگی کا قصد فرمایا۔ راستہ میں حسن میمندی کے ایک عزیز نے از راہ خباثت طعام میں زہر ملا کر آپ کی خدمت میں تحفتاً بھیجا۔ آپ نے اس میں سے پہلے کتے کو کھلایا وہ زہر کی وجہ سے کچھ دیر بعد مر گیا۔ آپ نے اس کی سرزنش کا قصد فرما کر جاسوس روانہ کئے کہ اس کی حالت معلوم کریں تھوڑی دیر بعد جاسوسوں نے آکر خبر دی کہ وہ اس وقت ...... مشغول ہے۔ آپ نے اسے غنیمت سمجھا اور باوجود صغر سنی نہایت استقلال سے اس پر فوج کشی فرمائی اور فتح حاصل کر کے شاداں وفرحاں اپنے والد ماجد کی خدمت میں پہونچ گئے۔

سلطان محمود نے خراسان فتح کر کے آپ کے والد ماجد کو لکھ بھیجا کہ معہ مسعود تم غزنی چلے آؤ اور چند مدبروں کے زیر انتظام کا ہیلر سپرد کر دو۔ آپ کے والد کے پاس قاصد اس پیام کو لایا تو حضرت سید سالار رسا ہونے (۴۱۷ھ مطابق ۱۰۲۶ء کے آخر میں) فوراً غزنی کا قصد فرمایا جب وہاں پہونچے اور سلطان محمود نے حضرت سید صاحب کی ذہانت و فطانت دیکھی تو آپکو حد سے زیادہ عزیز رکھنے لگا۔

سلطان محمود غزنوی خود تو آپ سے محبت کرتا تھا لیکن اس کا بیٹا مسعود غزنوی اور وزیر احمد بن حسن میمندی اس محبت سے خوش نہ تھے۔ اس کا قدرتی اثر حضرت سالار مسعود غازی پر پڑا۔ محمود کی زندگی کا یہ آخری دور تھا اور مسعود غزنوی کے اقبال کا آفتاب طلوع ہونے والا تھا۔

مسعودی جماعت ہر جگہ چھائی ہوئی تھی اس لئے سید سالار مسعود غازی نے پایۂ تخت میں قیام کرنا مناسب نہ سمجھا اور (۴۱۸ھ مطابق ۱۰۲۷ء کے اواخر میں) سلطنت کی طرف سے علاحدگی اختیار کر لی۔ کلمۂ حق کی اشاعت کا شوق ہوا۔ خداوند تعالیٰ نے اس مقدس کام کے لئے حضرت سید صاحبؒ کو منتخب کیا۔ آپ سلطان محمود سے اجازت لیکر مجاہدین کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ غزنی سے ہندوستان کی طرف چل پڑے۔

میں اکیلا ہی چلا تھا جانبِ منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

مختلف مقامات شیو پور، ملتان، اوچھ، اجودھن، دہلی، میرٹھ، گڑھ مکتیشور، سنبھل، گنور (بدایوں)، ڈبائی (بلند شہر)، دوندھ گڑھ، بدایوں، قنوج، گوپامئو، کانور، مہوبہ، بلگرام، ملاواں (ضلع ہردوئی)، سترِکھ، کڑا، مانکپور اور ڈلمئو پہونچے۔ ان مقامات میں بعض جگہ راجاؤں نے مقابلہ کیا لیکن فتح یابی کا سہرا آپ ہی کے سر رہا۔ سلطان محمود غزنوی کے حملوں کے بعد مسلمانوں کی جو بستیاں پہلے ہی سے جگہ جگہ قائم ہو چکی تھیں۔ ان کو آپ کی فتوحات سے تقویت پہونچی۔ نئی آبادی کا اضافہ ہوا غرض کہ فتوحات نے آگے بڑھنے کے عزم کو قائم رکھا۔ اور آپ اس طرح سترکھ ضلع بارہ بنکی تک آگئے۔ اسی مقام پر حضرت سالار ساہو، سلطان محمود غزنوی کے انتقال بیوی کی وفات اور اپنی ضعیفی کی وجہ سے دنیا سے دلبرداشتہ ہو کر اپنی ملازمت سے سبکدوش ہو گئے اور اپنے بیٹے کے پاس (۴۲۱ھ مطابق ۱۰۳۰ء کے اوائل میں) سترِکھ چلے آئے۔ یہیں ان کی وفات ہوئی اور یہیں مدفون ہوئے۔

بہرائچ آنے کا سبب

حضرت سید سالار مسعود غازیؒ قنوج فتح کرکے وہیں مقیم تھے۔ بالے میاں کے نام سے دُور دُور تک آپکی شہرت تھی۔ بہرائچ میں سورج کنڈ تالاب[1] کے کنارے بالارکھ (بالارک[2]) نام کا ایک پتھر تھا جس کے اوپر نکلتے (اُگتے) ہوئے سورج کی شکل کا نقشہ بنا ہوا تھا۔ سورج گرہن کے موقع پر دور دور کے اہل ہند مشرق و مغرب سے یہاں زیارت کے لئے آتے تھے۔ خاص کر اتوار کے دن اطرافِ بہرائچ وغیرہ سے ہزاروں مرد عورتیں یہاں آکر سورج کنڈ میں نہاتے اور اسی پتھر کے آگے سرنیاز جھکا کر مراسمِ عبودیت ادا کرتے تھے۔

---

[1] ہرایک ایسے تالاب کو جہاں آفتاب (سورج) کی پرستش کا ئت خانہ ہو اس کو سورج کنڈ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ ایسے سورج کنڈ بہت سی جگہ موجود ہیں۔ مثلاً بدایوں، میرٹھ، لکھیم پور کھیری، سنبھل وغیرہ۔

[2] یہ لفظ بالک اور ارک کو ملا کر بنا ہے۔ بالک بہ معنی بچہ اور ارک بہ معنی سورج یعنی بچہ سورج جو صبح کے سورج کے لئے استعمال ہوتا ہے اور سورج کی عبادت کرنے والے صبح کے سورج کی ہی عبادت کرتے ہیں یعنی سورج طلوع ہونے کے تھوڑی دیر بعد۔ آج بھی بہرائچ میں ایسے لوگ اچھی خاصی تعداد میں ہیں جو صبح کے سورج کو پانی چڑھا کر اس کی عبادت کرتے ہیں۔ یہاں کسی زمانے میں بھر قوم بڑی تعداد میں آباد تھی جو سورج کی ہی عبادت کرتی تھی۔

اس کے علاوہ ہر سال ماہ جیٹھ کے پہلے اتوار کو بھر قوم جو سورج کی پرستش کرتی تھی، میں سے ایک انسانی جان کی بھینٹ چڑھائی جاتی تھی اور وہ بھی اُس شخص کی جس کے خاندان میں اکلوتہ بیٹا ہو۔ چنانچہ ایک سال قرعہ اندازی میں موضع نگرور[1] کے ایک اہیر کے لڑکے کا نام نکلا۔ اس کے خاندان میں ایک ہی لڑکا تھا وہ بہت پریشان ہو گیا سید صاحب کی شہرت بالے میاں کے نام سے تھی وہ اہیر سید صاحب کے پاس قنوج پہونچ گیا اور آپ سے فریاد کی آپ نے اسے اطمینان دلا کر بہرائچ واپس بھیج دیا۔ پھر آپ نے جیٹھ کے مہینے سے پہلے بہرائچ آکر اس تالاب کے کنارے قیام کر لیا اور پھر جنگ و جدال کی ابتداء ہوئی مگر اسی بہانے اس اہیر کے لڑکے کی جان بچ گئی۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ آپ کے آستانہ پر غیر قوم کے لوگ کثرت سے آتے ہیں۔ کیونکہ تاریخ کی یہ انوکھی بات ہے کہ جس قوم سے کسی نے جنگ کی ہو وہی قوم اسکے آستانے پر کثرت سے آئے۔

---

[1] نگرور: گونڈہ روڈ پر بہرائچ سے تقریباً ۷ کلومیٹر کی دوری پر ایک پرانی آبادی ہے۔

دراصل بہرائچ آنے کا سبب وہی اہیر کی فریاد اور اسکے لڑکے کی جان بچانا تھا چنانچہ آپ کی شہادت کے بعد اس اہیر نے سب سے پہلے آپ کا مزار دودھ سے مٹی گوندکر بنایا۔[1] سید سالار مسعود غازیؒ اپنے والد کی زندگی ہی میں بہرائچ کی طرف روانہ ہوئے، مرآتِ مسعودی کے مطابق پہلے اپنے ایک سردار حضرت سالار سیف الدین کو اس مہم کے لئے بھیجا۔

حضرت سالار سیف الدین نے (جو بہرائچ بھیجے گئے تھے) حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کو اطلاع دی کہ یہاں جنگل ہی جنگل ہے اور رسد نہیں ملتی۔ کھانے کے لئے غلّہ بھیجئے اس پر حضرت سید سالار مسعود غازیؒ نے مقامی چودھریوں کو جمع کیا جن میں سدھور ضلع بارہ بنکی اور امیٹھی، لکھنؤ کے چودھری بھی شامل تھے اور اُن سے غلّہ طلب کیا۔ اُن کی تسلی وتشفی کی۔ اوّل غلّہ کی قیمت ادا کی بعد کو اُن سے غلّہ لیا اگرچہ چودھریوں نے اصرار کیا کہ وہ قیمت بعد کو لے لیں گے۔

---

[1] یہ واقعہ میرے والد ماجد حضرت مولانا حافظ سید شاہ اعزاز الحسن صاحبؒ نے بیان کیا۔ چوں کہ حضرت مولانا شاہ نعیم اللہ صاحب بہرائچیؒ کے اجداد اکرام حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے تھے جیسا کہ اس کتاب کے صفحہ 56 پر آگے بیان کیا گیا ہے اس لئے یہ روایت سینہ بہ سینہ چلی آئی۔ (ظفر عفی عنہ)

این مدرسہ نیست جائے آواز　　از سینہ بہ سینہ می رسد راز

حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کا یہ برتاؤ دوراندیشی پر ہی مبنی نہ تھا بلکہ اُس سے اُن کی ایمانداری اور انصاف کا بھی پتہ چلتا ہے۔لوٹ مار کی غرض ہوتی تو یقیناً بلا قیمت ادا کئے ہوئے بہت سا غلّہ فراہم ہو جاتا۔الغرض اس کے کچھ دن بعد حضرت سالار سیف الدین کا پیغام آیا کہ ہم کو یہاں دشمنوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے آپ ہماری مدد کیجئے۔اب سید سالار مسعود غازیؒ کو بجز اس کے اور کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ خود بہرائچ جائیں۔ حضرت سالار ساہو سے اجازت چاہی تو انھوں نے بوجہ پیری اور محبت پدری کے پس و پیش کیا۔اس پر حضرت سید سالار مسعود غازیؒ نے وعدہ کیا کہ وہ چندروز میں بہرائچ مہم کو پورا کر واپس آجائیں گے۔ یہ کون جانتا تھا کہ وعدہ پورا نہ ہو سکے گا، وہ کس خیال میں تھے اور پیر فلک کس خیال میں۔اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہرائچ میں مستقل قیام کرنے کا ارادہ نہ تھا۔

الغرض شعبان ۴۲۳ھ اور جولائی ۱۰۳۲ء میں جب کہ آپ کی عمر اٹھارہ سال تھی آپ بہرائچ کو روانہ ہو گئے ۔بہرائچ میں اس زمانے میں جنگل ہی جنگل تھا۔چھوٹی چھوٹی بستیاں تھیں اور بہت سے چھوٹے چھوٹے خودمختار راجہ تھے۔اگر چہ وہ برائے نام قنوج کے ماتحت تھے۔سہیٹ مہیٹ بہرائچ کے قریب ۱۹۰۷ء میں ایک کتبہ برآمد ہوا جو اب لکھنو کے عجائب گھر میں موجود ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قنوج کے راجہ چندر دیو گھد وال نے ان اطراف کے چھ گاؤں برہمنوں کو دئے تھے، اس سے قنوج کی ماتحتی ثابت ہے۔ مگر یہ ماتحتی ایسی تھی کہ حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کے ساتھ راجہ قنوج کے اچھے برتاؤ کے باوجود ان ماتحت راجاؤں کو حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کے ساتھ جنگ کرنے سے نہ روک سکی۔ بہرائچ کی اس وقت یہ حالت تھی کہ وہ بھر قوم (جس کے نام پر بہرائچ کا نام ہے) کی بستی تھی۔ اس قوم کے چند نفوس جنگل کے حاشیہ پر آجکل بھی اس ضلع میں اور ملحقہ اضلاع میں موجود ہیں۔ یہ لوگ ہندوستان کے قدیم باشندگان میں سے ہیں جن پر آرین تہذیب اور شائستگی کا کم اثر ہوا اور جو اپنے قدیم مذہب کے دلدادہ تھے۔ ان میں آفتاب پرستی بھی شامل تھی۔ بہرائچ میں سورج کنڈ پر آفتاب کی پرستش کی بہت بڑی جگہ تھی جہاں چاند گرہن اور سورج گرہن کے روز اور اتوار کو بھی جاتریوں کا بڑا مجمع ہوتا تھا۔ کیونکہ یہ دن آفتاب سے (اَدِت وار) منسوب ہے۔ انہیں بھر قوم میں بدھ مت کی اشاعت کے لئے مہاراج گوتم بدھ نے بھی سہیٹ مہیٹ کو اپنی حیات میں مرکز بنایا تھا۔ اور بدھ مذہب کے آثار آج تک وہاں موجود ہیں۔

مگر جب چوتھی صدی عیسوی میں بدھ دھرم کا تنزل ہوا تو قدیم ویدک دھرم یعنی برہمنوں کے مذہب کا زور ہوا۔ مگر باوجود اسکی کوشش اور زور کے وہ بھرقوم کی پرانی عبادت گاہوں کو نہ مٹا سکے اس لحاظ سے بہرائچ پر سب سے پہلے مسلمانوں ہی کی نگاہ نہیں پڑی بلکہ ان سے پہلے یہاں بدھوں اور برہمنوں کے مچیٹے بھی رہ چکے ہیں۔

الغرض حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کا یہاں چند ہی روز قیام ہوا تھا کہ ملک فیروز نے سترکھ سے خبر بھیجی کہ حضرت سالار ساہو کچھ روز بیمار رہ کر انتقال کر گئے۔ صاف ظاہر ہے کہ حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کو اس ناگہانی موت کا کس قدر صدمہ ہوا ہوگا۔ خاص کر ایسے وقت میں جب کہ آپ کو ہر وقت ایک تجربہ کار فوجی سردار کے مشورہ کی سخت ضرورت تھی۔ مگر واہ رے ہمت صبر و استقلال کہ اس میں بال برابر بھی فرق نہ آیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ والدین کی عدم موجودگی اور دربارِ غزنی سے بے تعلقی نے آپ کو اور بھی آزاد کر دیا اور اس کی پرواہ نہ رہی کہ بہرائچ میں رہنا خطرناک ہے اور وہاں سے چلا جانا مناسب ہے۔

اسی عرصہ میں بہرائچ کے راجاؤں کا پیغام آیا کہ آپ اس معاملے میں دخل نہ دیں اور یہاں سے چلے جائیں یہ ہمارا مذہبی معاملہ ہے۔ اس پر حضرت سید سالار مسعود غازیؒ نے نہایت تدبیر سے کام لیکر جواب دیا کہ میں خود جانتا ہوں کہ یہ جگہ جنگل خرابہ ہے اور میں بسنے کے لئے یہاں نہیں آیا۔ آپ نے کہا کہ فی الحال تھوڑے سے زمانے کے لئے عارضی صلح کے طور پر ایک عہد نامہ مرتب کرلیا جائے۔ یہ ایک معقول تجویز تھی مگر اس کو ٹھکرا دیا گیا۔

حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کے مشن، عزت و ہمت نے اس بات کی اجازت نہ دی کہ وہ راجاؤں کے پیام سے مرعوب ہو کر یہاں سے چلے جائیں اور انسانی بھینٹ کی ناپاک رسم جاری رہے۔ بلکہ اپنی طرف سے عہد نامہ کی تجویز پیش کی جس میں جانبین کے لئے بھلائی اور لڑائی سے بچنے کا ذریعہ موجود تھا۔ مگر جب آپکی یہ بات نہ مانی گئی تو آپ نے چلے جانے پر لڑائی کو اور بزدلی پر موت کو ترجیح دی۔

ازل سے رچ گئی ہے سربلندی اپنی فطرت میں
ہمیں کٹنا تو آتا ہے مگر جھکنا نہیں آتا

اور بقول مولانا محمد علی جوہر:۔

تم یوں ہی سمجھنا کہ فنا میرے لیے ہے
پر غیب میں سامانِ بقا میرے لئے ہے

پیغام ملا تھا جو حسینؓ ابن علیؓ کو
خوش ہوں کہ وہ پیغام قضا میرے لئے ہے

اللہ کے رستے کی جو موت آئے مسیحا
اکسیر یہی ایک دوا میرے لئے ہے

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

چنانچہ قرب وجوار کے تمام راجہ وہاں جمع ہو گئے اور سر جوڑ کر آپ کو روکنے اور آپ کے مقابلے کے لئے تیاریاں شروع کر دیں اور حضرت سید سالار مسعود غازیؒ سے ان کی تین جنگیں ہوئیں۔

(۱) پہلی جنگ (محرم ۴۲۴ھ مطابق ۱۰۳۳ء میں) نان پارہ تحصیل کے شمالی و مغربی جنگلات کے جنوب میں ہوئی جس کے کنارے دریائے کتھلہ بہتا تھا۔ اسی کتھلہ کا نام بھکلہ ہو گیا۔

(۲) دوسری جنگ بھی (ربیع الاول یا ربیع الثانی ۴۲۴ھ مطابق ۱۰۳۳ء میں) دریائے بھکلہ کے کنارے تین روز قیام کر کے ہوئی۔

(۳) تیسری فیصلہ کن جنگ[۱] (۱۳ رجب کو ۴۲۴ھ مطابق ۱۰۳۳ء میں ہوئی) جس میں راجہ سہیل دیو[۲] کی فوج بہرائچ پر چڑھ آئی اور حضرت سید سالار مسعود غازیؒ شہید ہو گئے۔ جہاں شہید ہوئے وہیں قبر بنی اور آج بھی وہیں مزار شریف ہے۔

پہلی دو جنگوں میں حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کو کامیابی حاصل ہوئی مگر آپ کے رفقاء کی بڑی تعداد جنگ میں کام آ گئی تیسری جنگ ۱۳ رجب ۴۲۴ھ کو شروع ہوئی راجاؤں کی فوجیں بڑی تعداد میں تھیں اور انھیں کمک بھی ملتی جاتی تھی۔ دونوں فوجوں کا کوئی مقابلہ نہ تھا۔ حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کے ساتھی ایک ایک کر کے شہید ہوتے گئے۔

---

۱ حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کی جنگ راجہ سہیل دیو سے چتورہ تال پر کبھی نہیں ہوئی بلکہ آپ کا قیام بہرائچ خاص ہی میں رہا اور یہاں سے آپ جنگ کے لئے جاتے تھے۔

۲ راجہ سہر دیو (سُہیل دیو) جو بھر قوم کا تھا اس کی راجدھانی بہرائچ نہ تھی بلکہ بہرائچ اس کی حکومت میں شامل تھا۔ اس کا پایہ تخت گونڈہ میں تھا۔ اس کا ثبوت ڈسٹرکٹ گزیٹر گونڈہ سے ملتا ہے۔

شہادت

آخر ۱۴ رجب ۴۲۴ھ مطابق ۱۰ جولائی ۱۰۳۳ء بروز اتوار عصر کے وقت حضرت سید سالار مسعود غازیؒ نے جامِ شہادت نوش کیا۔ جہاں شہید ہوئے وہیں مزار مبارک اور درگاہ ہے۔

تاریخ سے ثابت نہیں ہے کہ آپنے کوئی مذہبی جنگ کی ہو ان اطراف کے راجگان سے آپ کی لڑائی محض اس وجہ سے ہوئی کہ ان لوگوں کو آپ کے قیام سے شبہ ہوا کہ کہیں آپ کا یہاں تسلط نہ ہو جائے مگر یہ ان کی غلطی تھی۔ مرآتِ مسعودی کے ملاحظہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ سفرِ ہندوستان میں اکثر مقامات پر آپ کو بادشاہت قبول کرنے کے واسطے لوگوں نے درخواست کی مگر آپنے ہمیشہ انکار فرمایا۔ فراخ دلی انتہا درجہ کی آپ میں تھی اور تعصب بالکل نہ تھا ہر شخص سے محبت کا برتاؤ تھا یہی وجہ ہے کہ آج تک آپ کا دریائے فیض ہر قوم وملت کے لئے جاری ہے۔

محسنِ اسلام کی یہ مقدس درگاہ ہندوستان کی مشہور و معروف زیارت گاہوں میں ہے۔ حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کا احسان ہندوستان پر ہمیشہ رہیگا کہ سوائے کلمۂ حق کی اشاعت کے ملک گیری اور دنیاوی جاہ وجلال سے ہمیشہ اپنی مقدس ہستی کو علاحدہ رکھا۔

قریب قریب تمام ہندوستان پر قبضہ پایا مگر کبھی یہ نہ کیا کہ زبردستی اسلام کو پھیلانے کی کوشش کی ہوتی۔

چونکہ حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کی غرض کوئی ملک گیری نہ تھی اسلئے اس وقت مسلمانوں کا کوئی راج یا سلطنت قائم نہ کی گئی۔ خدا تعالیٰ کے کلمۂ پاک کی آواز تمام ہندوستان میں پہونچانی تھی۔ اسلئے حضرت سید صاحبؒ اس کلمہ کا مشن لیکر بارہ برس کی عمر سے نکلے اور ۱۹ برس کی عمر میں آکر بہرائچ میں شہید ہو گئے اور اس طرح آپ کی شہادت نے صدیوں سے چلی آرہی انسانی بھینٹ کی ناپاک رسم کو اس ملک سے ختم کر دیا اور آپ ہمیشہ کے لئے زندۂ جاوید ہو گئے۔

بہرائچ کو اودھ سے خاص تعلق ہے۔ یوں تو تمام ہندوستان بہرائچ کے مسلمانوں کے مرہونِ منت واحسان مند رہیں گے کیوں کہ بہرائچ کے مسلمانوں کو فخر ہے کہ وہ محافظِ مزارِ مبارک حضرت سید سالار مسعود غازیؒ ہیں۔ ان کے بزرگوں نے صدہا برسوں سے زمانے کا نرم وگرم دیکھا ہے۔ بہرائچ اسلامی سلطنت میں اودھ کا دارالسلطنت رہ چکا ہے۔

مزار مبارک حضرت سید سالار مسعود غازیؒ آج نہیں بلکہ ایک ہزار سال سے زائد روحانی فیض کا مرکز بنا ہوا ہے۔ اور انشاء اللہ تا قیامت انوار و برکات کا فیض جاری و ساری رہے گا۔ مزارِ مبارک پر درج ذیل قطعہ تاریخ سنگِ مرمر کے احاطہ کے جنوبی دروازے پر کندہ ہے۔

محبوب خدا بود امیر مسعود	درچار صد و پنج درآمد بو جود
تامدت بست در جہاد افزود	درچار صد و بست و چار رحلت فرمود[1]

(یعنی امیر مسعود محبوب خدا تھے۔ چار سو پانچ ہجری میں پیدا ہوئے۔ مدت بیس برس تک جہاد کیا۔ چار سو چوبیس ہجری میں رحلت فرمائی) اس رُباعی میں ''تامدت بست'' غلط ہے یعنی بیس سال کی مدت تک۔

(حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کی شہادت ۱۴ رجب ۴۲۴ھ مطابق ۱۰ جولائی ۱۰۳۳ء میں ہوئی اس حساب سے آپ کی عمر ۱۹ سال کے قریب ہی تو ہوئی۔)

اسی دروازہ پر (تانبے کی تختی پر) یہ اشعار ذیل کندہ ہیں۔

بہ اعتقاد نیاز و بنام بخش اللہ	گزشت از بر توقیر موضع درگاہ
نمودند رجناب سعید پاک شہید	ہمہ وجوہ زدیہات اں معالی جاہ
اگر کسے معترض شود ازاں دیہات	علیہ تا بہ قیامت مدار لعن اللہ

---

[1] اس قطعہ کو مسٹر بیل نے ابوالفضل کے حوالے سے نقل کیا ہے اس سے اِس کی قدامت کا پتہ چلتا ہے۔

قطعاتِ تاریخِ شہادت

حضرتِ مسعود غازی خسرو شہدائے ہند | بود ذاتِ عالیش شرع نبی را منتظم

یافتِ ازحق چوں حیاتِ سرمدی تاریخ سال | خود خدا فرمود بَلْ اَحیَاءٌ عِندَ رَبِّھِم

(۴۲۴ھ)

دیگر

حضرت مسعود غازی واقفِ سِرِّ اِلٰہ | شد فنا فی اللہ زیں دار فنا باعز جاہ

سال تاریخ شہادت در سن ہجری بفکر | زد رقم کلکم وصال قبلۂ ایمان پناہ

(۴۲۴ھ)

دیگر

سالار غازی در چمن خلد چوں رسید | غلمان و حور را شدہ امروز روز عید

اکبر بفکر بود کہ ہاتف زغیب گفت | تاریخ انتقال، ولی جہاں شہید

(۴۲۴ھ)

دیگر

حضرت مسعود غازی کی شہادت کا کمال | جب ہُوا مقبولِ حق آئی ندائے ذوالجلال

ہے یہ زندہ اِس سے ہم راضی ہیں اکبر وارثی | لکھ دو بَلْ اَحیَاءٌ عِندَ رَبِّھِم، رحلت کا سال

(۴۲۴ھ)

rekhta

شہادت کے بعد ہی سے فیض و تصرف کے واقعات ملتے ہیں۔
غزانامۂ مسعود از مولوی عنایت حسین بلگرامی میں موضع نگرور، تحصیل بہرائچ کی بانجھ عورت کے یہاں ولادت کا قصہ موجود ہے۔ شہادت کے تیس برس بعد زہرہ بی بی شیخ رکن الدین کی مادر زاد نابینا لڑکی کی آنکھ میں روشنی آ جانے کا مشہور واقعہ سامنے آتا ہے۔ مرآۃِ مسعودی کے مصنف نے تفصیل سے اس واقعہ کو لکھا ہے۔ زہرہ بی بی عقیدت میں رُدولی سے آکر مزار مبارک پر جاروب کشی کے لئے مقیم ہوئیں اپنے خلوص و عقیدت میں مقبرہ کی تعمیر کی۔ خزینۃ الاصفیاء نے اخبار الاخیار کے حوالے سے لکھا ہے کہ مقبرہ کا کچھ حصہ ایک بار کھودا گیا تو بڑے انوار و برکات کا ظہور ہوا۔

انوار و برکات کی تصدیق ۱۸۸۷ء کی مطبوعہ ایک کتاب ترنّمِ خداداد درذکر مسعودی نامی سے ہوتی ہے۔ درگاہ شریف سرکاری انتظام میں آ چکی تھی۔ مرزا خداداد بیگ کمشنر اوقاف اس کتاب کے مصنف ہیں۔ مرزا صاحب کا خاندانی تعلق سرسید احمد خاں سے تھا۔ انھیں کے لڑکے سید محمود کے ساتھ ولایت میں تعلیم حاصل کی تھی۔ اس کتاب میں بھی ایک واقعہ ذیل کے الفاظ میں درج ہے۔

قدیم الایام سے مقبرہ شریف میں ایک دروازہ[1] نہایت تنگ و پست جانبِ جنوب تھا۔ میلے کے ایّام میں ہجوم و انبوہ زائرین کے باعث

---

[1] یہ قدیمی دروازہ گنبد میں دکھن جانب ہے جو مزار مبارک پر جانے کا قدیم راستہ تھا۔

آمد و رفت میں بڑی دِقّت واقع ہوتی تھی اور گنبد کے اندر بسبب تنگی صحن تاریکی، چپقلش، کشمکش اور حبس رہتا تھا۔ چنانچہ ایک سال بیس بائیس آدمی گُھٹ کر مر گئے۔ انجمنِ وقف نے گنبد میں جانبِ شمال ایک مختصر دریچہ[1] کھولا اور ایک پنکھا لگا کر ہوا کا انتظام کیا۔ دریچہ کھولنے میں گنبد سے جو خشت ہائے پختہ (پکی اینٹیں) برآمد ہوئیں اُن پر لفظ اللہ کندہ تھا اور اُن میں سے گلاب و کیوڑہ کی خوشبو آتی تھی۔ سُبحان اللہ۔

اس واقعہ سے ایک تو مجمع کی وجہ سے ابن بطوطہ اور محمد شاہ تغلق کی حاضری کے وقت اندر نہ جا سکنے دوسرے زہرہ بی بی کی سچی گواہی پر روشنی پڑتی ہے۔ اسی طرح ۱۸۵۷ء میں مصنف آئینۂ اودھ مولوی ابوالحسن مانک پوری نے درگاہ شریف میں حاضری دیکر کئی دن تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ مزار شریف مثلِ کوہانِ شتر کے خاص دودھ اور راکھ سے بنا ہوا ہے۔

جیٹھ کے مہینے میں زبردست میلہ ہوتا ہے لاکھوں کا مجمع باہر سے آتا ہے جس میں اکثریت اہل ہنود کی ہوتی ہے۔ عجیب ذوق و شوق میں لوگ حاضر ہوتے ہیں۔ قومی یکجہتی کی یہ زندہ مثال تقریباً ایک ہزار سال سے قائم ہے۔

---

[1] یہاں پر اب دروازہ (چینل گیٹ) لگا ہے۔ اس کے علاوہ گنبد میں پورب جانب بھی بعد میں دروازہ لگا ہے جو مزار شریف پر جانے کا موجودہ راستہ ہے۔

حضرت سید سالار مسعود غازیؒ سے حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ کا خاندانی تعلّق

حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ کا خاندانی سلسلہ بھی حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کے اجدادِ کرام سے مل جاتا ہے۔ آپ کے مورثِ اعلیٰ حضرت خواجہ عماد خلجیؒ، حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے تھے جیسا کہ آپ نے خود تحریر فرمایا ہے:-

''حضرت خواجہ عماد خلجیؒ...... بہ نیت جہاد فی سبیل اللہ ہمراہ سلطانِ شہداء حضرت سید سالار مسعود غازیؒ در مملکت ہندوستان تشریف آوردند و در قصبہ کنتور از دستِ کفارِ مقہور شربتِ شہادت چشیدند۔''

حضرت خواجہ عماد خلجیؒ ...... بہ نیت جہاد فی سبیل اللہ سلطان الشہداء حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے اور قصبہ کنتور (ضلع بارہ بنکی) میں کفار کے ہاتھوں جام شہادت نوش فرمایا۔

آئینۂ اودھ کے مصنف شاہ ابوالحسن مانکپوری نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۳۵ پر ''ذکر اولاد خواجہ عماد خلجیؒ ہم جد حضرت مسعود غازیؒ'' کی سُرخی قائم کر کے حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ کا تذکرہ کیا ہے جو اس طرح ہے۔

ذکر اولاد خواجہ عماد خلجیؒ ہم جد حضرت سید سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ

یہ بزرگ بھی بہ نیت جہاد فی سبیل اللہ ہمراہ لشکر حضرت سالار ساہو وحضرت مسعود غازیؒ کے بہ مقام ستر کھ شریف اُمرایان کنتور ضلع بارہ بنکی، سے معرکۂ مُجاہدانہ کر کے شہید ہوئے۔ اولاد امجاد ان کی حضرت خواجہ ابوالقاسم وحضرت خواجہ بڈّا بہ عہد سلطنت خلجیوں (۱۲۸۸ء تا ۱۳۲۱ء) کے چتور گڈھ (راجستھان) میں شہید ہوئے۔ اعقاب ان کے قصبہ کویل (کول) جلیسر المعروف ضلع علی گڈھ میں مدت تک رہے۔ ملک حسام الدین و ملک علی و ملک موجی زندہ پیر اولاد شیخ بڈّا و خواجہ ابوالقاسم بہ انقلاب یا آنکہ مُجاہدانہ موضع بَھدوانی پرگنہ فخرپور سرکار بہرائچ میں تشریف لا کر وہاں متوطن ہوئے۔

مزار و تصرفات ان کے اس وقت تک اِس موضع میں موجود ہیں۔
بہ عہد ایالت خاندان ابوالمنصور خاں، جب تعلّقداران اودھ کو زیادہ قوت ہوتی گئی تو ان کی اولاد امجاد نے ایذا رسانی تعلّقدار بونڈی سے بہ رشتۂ مصاہرت خاندان حضرت سید مخدوم بڈھن رح[1] بہرائچ میں توطن اختیار کیا۔ اُن میں سے تاج الاولیاء حضرت مولوی شاہ نعیم اللہ صاحب[2] قدس سرہٗ جو خلیفہ اجلّ حضرت مرزا مظہر جان جاناں صاحب قدس سرہٗ العزیز سے تھے۔ مزار ان کا جانب اُتر متصل آبادی بہرائچ اندر ایک باغ کے واقع ہے۔ نہایت بابرکت و پُر فیض ہے۔ جو کوئی اہل باطن سے مشرف بہ زیارت ہوتا ہے مہمان نوازی میں بے مثل ہیں۔ حالات ان کے اکتساب فقیری مشروحاً کتاب معمولات مظہریہ میں مندرج ہیں۔ اب نواسہ اُن کے مولوی شاہ ابوالحسن صاحب مسند ارشاد پر ہیں اسی خاندانی تعلق کی بناء پر حضرت سید سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ کی آپ (حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچی) پر خاص عنایات تھیں۔[3]

---

[1] حضرت مخدوم سید بڈھن رح اپنے زمانے کے مشہور مشائخ میں سے تھے اور مادر زاد ولی کامل تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ماہ رمضان المبارک میں ہوئی تھی۔ دن میں کبھی آپ دودھ نہیں پیتے تھے۔ ولادت کے وقت آپ کے سر مبارک کے تمام بال سفید تھے اس لئے آپ کا نام بڈھن پڑ گیا۔

آپ نے حضرت مخدوم شیخ حسام الدین فتحپوری (متوفی ۸۰۰ھ خلیفہ قاضی عبد المقتدرؒ) سے ظاہری تعلیم حاصل کی اور اول انھیں سے سلسلۂ چشتیہ کی اجازت پائی۔ بعدازاں حضرت سید اجمل بہرائچیؒ (متوفی ۲۲ جمادی الثانی ۸۶۴ھ) کی خدمت میں پہونچے مکمل باطنی تعلیم حاصل کی اور سلسلۂ چشتیہ نظامیہ، سُہروردیہ، کبرویہ، مداریہ، قلندریہ، قادریہ تمام سلسلوں کی اجازت وخلافت حاصل کر کے اُن کے جلیل القدر خلیفہ ہوئے۔

حضرت مخدوم بڈھن بہرائچیؒ کے خلفاء میں آپ کے فرزند اکبر حضرت مخدوم سید فتح چشتیؒ آپ کے خلیفہ وجانشین ہوئے اور دوسرے حضرت شیخ درویش محمدؒ ابن شیخ قاسم اودھیؒ بھی بہت مشہور ہوئے۔

حضرت شیخ درویش محمد اودھیؒ (متوفی ۸۹۶ھ) کے خلیفہ حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ (متوفی ۹۴۴ھ) ان کے خلیفہ حضرت شیخ رکن الدین گنگوہی (متوفی ۹۸۳ھ) ان کے خلیفہ حضرت مخدوم عبد الاحد سرہندیؒ (متوفی ۱۰۰۷ھ) ان کے خلیفہ حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ (متوفی ۱۰۳۴ھ) ہیں۔

حضرت مخدوم سید بڈھن بہرائچیؒ کے اجداد ساتویں صدی ہجری میں کاشغر سے وارد ہوکر بہرائچ میں متوطن ہوئے۔ اور آپکے والدین کے مزارات مبارکہ شہر بہرائچ محلّہ بڑیہاٹ میں بدھ ساگر وکیل کی کوٹھی کی چہاردیواری کے باہر پورب جانب چہاردیواری سے لگے ہوئے ایک اونچے چبوترے پر واقع ہیں۔ وکیل صاحب نے کوٹھی کی چہاردیواری سیدھی کرنے کی غرض سے ان مزارات کو اندر کرلیا تھا اسی وقت سے تباہی و بربادی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ خود وکیل صاحب بھی مختلف امراض میں مبتلا ہوکر لاولد دنیا سے چل بسے۔ بعد میں انکے رشتہ داروں نے مجبور ہوکر مزارات کو چہاردیواری سے باہر کردیا۔ لیکن آج بھی کوٹھی پر ویرانیت اور نحوست کے آثار نمایاں ہیں۔

اُس چبوترے پر تین مزارات ہیں جن میں سے درمیانی مزار جس کے سرہانے طاق بنا ہوا ہے آپ کے والد ماجد حضرت مخدوم سید اللہ دادؒ کا ہے اور دو مزارات میں سے ایک آپکی والدہ ماجدہ کا اور دوسرا آپکے صاحبزادۂ گرامی کا ہے۔

حضرت مخدوم سید بڈھن چشتیؒ نے ۱۷ رجب المرجب ۸۸۰ھ سلطان بہلول لودھی کے زمانے میں وفات پائی۔ مزار مبارک شہر بہرائچ میں ریلوے اسٹیشن روڈ پر پورب جانب ایک بلند اور بارونق ٹیلہ پر واقع ہے اور زیارتِ گاہ خلق بلکہ مرکز عقیدت اَنام ہے۔

پہلے یہاں پر ایک بڑا املی کا درخت چبوترے پر سایہ فگن تھا ۱۹۶۰ء کے قریب املی کا درخت کٹوا کر نئے سرے سے چبوترے کی مرمت کراکے مزار پر چھت قائم کر دی گئی ہے اور سامنے کی طرف سڑک سے ملی ہوئی زمین پر دو کانات قائم ہو گئیں ہیں۔

شہری زمینداری بہت تھی کچھ دیہات مثلاً ڈیہا۔ بخشی پورہ، ریولی، نکاہی وغیرہ آپ کے خاندان میں باقی تھے۔ انگریزی دور حکومت میں وہ بھی جاتے رہے۔ بہرائچ شہر کا موجودہ ریلوے اسٹیشن آپ ہی کی زمین پر تعمیر ہوا ہے موجودہ مزار مبارک کے چاروں طرف کی زمین بااثر لوگوں نے قبضہ کر لی۔

مجھ ناچیز کا شجرۂ نسب حضرت مخدوم سید بڈھن بہرائچیؒ تک ۱۳ واسطوں سے پہونچتا ہے۔ جو اس طرح ہے:-

سید ظفر احسن بن سید شاہ اعزاز الحسن بن سید شاہ نور الحسن بن سید شاہ ابوالحسن بن سید شاہ بشارت اللہ (خواہرزادہ وخویش حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ) بن سید امانت اللہ (ہمشیر مکرم حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ) بن سید امان اللہ بن سید رحمت اللہ بن سید عبد الکریم بن سید حبیب اللہ بن سید عبد الحمید بن مخدوم سید ابراہیم بن حضرت مخدوم سید شاہ فتح چشتی بن قطب الاقطاب حضرت مخدوم سید بڈھن چشتی بہرائچی علیہم الرحمتہ ورضوان۔

۲ حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ کا سلسلہ نسب:-

حضرت شاہ نعیم اللہ بن غلام قطب الدین عرف ملِک کالے بن ملک غلام محمد بن ملک آدم بن ملک مبارک بن ملک جلال بن ملک نصیر الدین بن ملک حیبت بن ملک احمد بن ملک حسام الدین تاخواجہ عماد خلجیؒ۔ (خودنوشت سوانح حیات شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ قلمی ورق ۱)

''دراصل خاندان ایں بزرگان علوی نسب وحنفی مشرب...... از جناب شاہان پیشین خطاب ملک یافتہ بود بنابران اولادش ملقب بہ ملک اشتہار دارد'' (قلمی ورق ۴)

دراصل ان بزرگوں کا خاندان علوی نسب وحنفی مشرب ہے، لیکن اس سبب سے کہ ان میں سے اکثر متقی وخصائل حمیدہ سے متصف رہے ہیں اور قاعدہ ولایت یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو لقب خواجگی سے ملقب کرتے تھے اس لئے بہت سے لوگ خواجگان کے لقب سے مشہور تھے۔ اور چونکہ زمانہ سابق میں سلاطین کا قاعدہ تھا کہ اپنے ارکان وخواص کو ملِک کا لقب دیا کرتے تھے اوران بزرگوں میں سے ایک (بزرگ) شاہان وقت سے تعلق کی بناپر ان کی جانب سے خطاب ملِک پائے ہوئے تھے اس بناپر انکی اولاد ملِک کے لقب سے مشہور ہوئی۔

(خودنوشت سوانح حیات حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ قلمی ورق ۴)

حضرت مولانا شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ (ولادت ۱۱۵۳ھ وصال ۱۲۱۸ھ ۵ صفر المظفر بروز جمعہ نماز عصر کی تیسری رکعت میں سجدے کی حالت میں ہوا۔ مزار مبارک آبائی قبرستان مولوی باغ بہرائچ میں ہے) کے تین صاحبزادے محمد اسماعیل (متوفی ۱۲۰۹ھ) غلام شمس الدین (متوفی ۱۲۰۹ھ) غلام احمد باقی (متوفی ۱۲۱۱ھ) اور ایک صاحبزادی بی بی نجیبۃ النساء عرف امۃ البتول پیدا ہوئیں۔ لیکن افسوس صاحبزادگان خوردسالی میں ہی داغ مفارقت دے گئے۔

پھول تو دو دن بہار جاں فزا دکھلا گئے
حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بِن کھِلے مُرجھا گئے

صرف صاحبزادی یادگار رہیں۔ جن کا عقد نکاح حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچی کے حقیقی بھانجے حضرت مولانا شاہ بشارت اللہ صاحب بہرائچی (۱۲۰۱۔۱۲۵۴ھ) کے ساتھ ہوا۔ جن سے ایک صاحبزادے حضرت شاہ ابوالحسن بہرائچی (۱۲۴۱۔۱۳۱۶ھ) پیدا ہوئے۔ جو آپ کے قائم مقام اور جانشین ہوئے اور آپ کی خانقاہ شریف میں مسند ارشاد پر متمکن ہوئے۔

مجھ ناچیز کا شجرۂ نسب حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچی تک چار واسطوں سے پہنچتا ہے جو اس طرح ہے۔ سید ظفر احسن بن سید شاہ اعزاز الحسنؒ بن سید شاہ عزیز الحسنؒ بن سید شاہ نور الحسن بن سید شاہ ابوالحسنؒ نواسۂ حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ۔

۳ الطاف وعنایات کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو:-

آپ بہرائچ میں تشریف فرماں تھے۔ توکل پر گزر تھا۔ خرچ زائد آمدنی محدود تھی۔ ایک دن درگاہ حضرت سید سالار مسعود غازیؒ میں تشریف لے گئے۔ وہاں اپنی مالی تکلیف کی بابت عرض کیا۔ شیخ محمد رفیع خادم درگاہ نے حضرت سید صاحب کو خواب میں دیکھا۔ آپ (سید صاحبؒ) فرماتے ہیں کہ فلاں موضع کا قبالہ لیکر آپ (حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ) کو نذر کردو۔ چنانچہ خادم درگاہ نے اسکی تعمیل میں (موضع جمالپور پلڑی عرف امام گنج) پلڑی باغ (۱۸۰۱ء میں) آپ کے سپرد فرمادیا۔

یہ موضع امام گنج پلڑی باغ میرے جد امجد کے زمانے یعنی غدر ۱۸۵۷ء تک قبضۂ مالکانہ میں رہا۔

(ظفر عفی عنہ)

حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کے مزار پر متعدّد بادشاہوں کی حاضری

آئینۂ اودھ کے مصنف شاہ ابوالحسن مانکپوری ۱۸۷۵ء میں بہرائچ آئے تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ مزار مقدس حضرت سید سالارؒ نہایت باعظمت و جلالت ہے ممکن نہیں کہ ہنگامِ حضوری زائر کے قلب پر کچھ ہیبت طاری نہ ہو۔ بمصداق اس کے بیت :-

ہیبت حق است ایں از خلق نیست ☆ ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

اہلِ باطن اکتسابِ نورِ باطن سے مالا مال ہوتے ہیں۔ موجودہ صدی کے ابتدائی دور کے مشہور بزرگ حاجی وارث علی شاہؒ (دیوہ شریف) نے بھی بڑی عقیدت سے حاضری دی ہے۔ اودھ کے مشہور صوفی بزرگ و شاعر شاہ تراب علی قلندرؒ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

ہے شہیدوں کی گور میں تاثیر ☆ ترے کشتے کی خاک ہے اکسیر

سلاطینِ ہند میں سے سلطان شمس الدین التمش، سلطان ناصر الدین محمود، سلطان محمد شاہ تغلق، سلطان فیروز شاہ تغلق، سلطان اورنگ زیب عالمگیر وغیرہ نے بھی آستانۂ غازی پر حاضری دیکر اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کیا اور ظاہری و باطنی فیض حاصل کیا۔

تاریخ فرشتہ میں محمد شاہ تغلق کے حالات میں لکھا ہے کہ (جب بادشاہ ۷۴۱ھ میں عین الملک کی بغاوت فرو کر کے) واپس ہوا تو بہرائچ جا کر سید سالار مسعود غازیؒ کی قبر پر بڑی عمارت بنوائی اور مجاوروں اور فقیروں کو بہت روپئے دئے۔

ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامہ میں لکھا ہے کہ جب محمد شاہ تغلق (۷۴۱ھ میں) عین الملک کی بغاوت فرو کرنے کے بعد بانگر مئو سے بہرائچ آکر سید سالار مسعود غازی کے مزار پر حاضر ہوا تو مزار کا دروازہ صرف ایک تھا اور اس قدر تنگ تھا کہ ہجوم خلائق کی وجہ سے ابن بطوطہ اور بادشاہ اندر نہ جاسکے بلکہ باہر سے فاتحہ خوانی کی۔

متعدد تواریخ سے معلوم ہوا کہ محمد شاہ تغلق ۱۳۴۰ء اور ۱۳۴۲ء کے درمیان بہرائچ آیا۔ سلطان محمد شاہ تغلق (متوفی ۷۵۲ھ، ۱۳۵۱ء) کے بارے میں جناب پروفیسر خلیق احمد نظامی نے لکھا ہے۔ ’’جہاں تک مزارات پر حاضری کا تعلق ہے۔ تاریخ میں صرف سید سالار مسعود غازیؒ کے مزار پر اس کے حاضر ہونے کا حال ملتا ہے۔‘‘ برنی نے لکھا ہے۔ (بادشاہ) بہرائچ گیا اور سپہ سالار سید مسعود شہید کے مزار کی، جو سلطان محمود سبکتگین کے غزاۃ میں سے تھے، زیارت کی اور مجاوروں کو بہت سے صدقات دئے‘‘۔

سلطان محمد شاہ تغلق کی حاضری کو کسی نے شعر میں بیان کیا ہے۔

رسید اُو بہ بہرائچ آنجائے زود	کہ سالار را خود زیارت نمود
دگر خادمان روضہ را کرد شاد	نذر بس نذورات بسیار داد

تاریخ فیروز شاہی (عفیف) میں سید سالار مسعود غازیؒ کے مزار پر فیروز شاہ تغلق کی آمد کا ذکر ذیل کے الفاظ میں ہے۔

''بادشاہ نے ۷۷۶ھ میں بہرائچ کا سفر کیا اور شہر میں پہنچ کر سید سالار مسعودؒ کے آستانے پر حاضر ہو کر فاتحہ خوانی کی سعادت حاصل کی۔ بادشاہ نے بہرائچ میں چند روز قیام کیا اور اتفاق سے ایک شب حضرت سید سالارؒ کی زیارت خواب میں نصیب ہوئی۔ سید سالار نے فیروز شاہ کو دیکھ کر اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرا۔ یعنی اس امر کا اشارہ کیا کہ اب پیری کا زمانہ آ گیا بہتر ہے کہ اب آخرت کا سامان کیا جائے۔ اور اپنی ہستی کو یاد رکھا جائے۔''

جناب پروفیسر خلیق احمد نظامی نے لکھا ہے۔

''سلطان فیروز شاہ تغلق ۷۷۶ھ میں بہرائچ گیا اور سید سالار مسعود غازیؒ کے مزار پر حاضر ہوا۔ اور کچھ دنوں وہاں قیام کیا۔

فیروز شاہ تغلق کا غالباً یہ دوسرا سفر بہرائچ تھا۔ اس سے قبل ۷۵۴ھ مطابق ۱۳۵۳ء میں جب فیروز شاہ تغلق سفر بنگال سے وارد بہرائچ ہوا تو سید افضل الدین ابو جعفر امیر ماہؒ کی معیت میں سید سالار مسعود غازیؒ کے مزار پر حاضری دی تھی۔ سید امیر ماہؒ کی وفات ۷۷۲ھ میں ہو چکی تھی۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ ۷۷۶ھ مطابق ۱۳۷۴ء کا سفر فیروز شاہ کا دوسرا سفر تھا۔ کیوں کہ اس سفر میں اس نے بہرائچ میں کچھ دنوں قیام بھی کیا تھا۔ اور غالباً اسی سفر میں اس نے سید سالار مسعود غازیؒ، سید امیر ماہؒ، اور سید سالار رجبؒ بٹیلہ وغیرہ کی درگاہوں کی عمارتیں بنوائیں۔

ایک روایت کے مطابق آستانۂ غازی کی موجودہ عمارتوں میں سے سنگ مرمر کا اندرونی حریم (سہ دری) اور مزار کے سامنے کا دالان اور سنگِ مرمر کا فرش چھوڑ کر بقیہ عمارتیں یعنی (قلعۂ درگاہ[1]) اور اندرونی و بیرونی مساجد اور مزار شریف کے اوپر کا گنبد[2]۔ اور اندرونی احاطہ کے چاروں طرف کے زائرین کے رہنے کی کوٹھریاں اور وہ دروازہ جس کو نعل[3] دروازہ کہتے ہیں فیروز شاہ تغلق نے تعمیر کرایا۔

---

[1] درگاہ ایک قلعہ نما عمارت کی شکل میں ہے۔ اسکی چہار دیواری فیروز شاہ تغلق نے بنوائی ہے۔ درگاہ کے اندرونی دروازہ کو نعل دروازہ کہتے ہیں۔ اور بیرونی صدر دروازے کو زنجیری دروازہ کہتے ہیں۔

اس دروازہ میں ایک زنجیر آہنی (لوہے) کی اس طرح سے لٹکی ہے کہ دونوں سرے دونوں پہلو کی دیواروں میں بہت بلند نصب ہیں۔ وسط میں زنجیر لٹک کر اس قدر نیچی ہوگئی ہے کہ بدوں بخوبی سر جھکائے اس کے نیچے سے گذر ممکن نہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ اہتمام اس واسطے ہے کہ کوئی بے ادبانہ اندر قدم نہ رکھے۔ اوّل ادب سے سر جھکا لے اس کے بعد اندر قدم رکھے۔ زنجیری دروازے کے پاس ہی ایک قدیمی کنواں ہے جس کو باؤلی کہتے ہیں۔

زنجیری دروازے کے اوپر ٹین کے ایک بورڈ پر حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کی ولادت اور شہادت کی تاریخ اور قرآن کی آیت اور درمیان میں ایک خوبصورت تاج کی شکل میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا ہوا ہے جو میرے جدّ امجد حضرت مولانا سید شاہ ابو محمد بہرائچیؒ (برادر حقیقی حضرت مولانا سید شاہ نور الحسن صاحب بہرائچیؒ) کے قلم کی یادگار ہے جو خطاطی کی بہترین نمونہ ہے حضرت مولانا موصوف بہت اچھے کاتب تھے۔ اور انگریزی دور حکومت میں (۱۸۷۸ء سے ۱۸۸۷ء تک) درگاہ شریف کی انتظامیہ کمیٹی کے رکن تھے۔ ڈپٹی کلکٹر بہرائچ امیر حسن صاحب نے آپ سے یہ کتابت کروائی تھی۔ اس تحریر پر ڈپٹی صاحب نے دس روپیہ (چاندی کا سکہ) اور ایک کٹورہ نقرئی بطور انعام دیا تھا۔ ڈپٹی صاحب ہی کے زمانے میں دکانوں پر ٹین اور مینیجر صاحب کے کمرے سے لیکر باؤلی تک عمارت بھی بنی تھی۔ (سید ظفر احسن عفی عنہ)

۲۔ زہرہ بی بی نے حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کے مزار متبرکہ پر ۴۳۲ھ میں گنبد بنوایا۔

۳۔ یہ صدر دروازۂ درگاہ شریف ہے۔ اس کے باہر برہنہ پا ہوکر اندر درگاہ داخل ہوتے ہیں اور چھڑی وغیرہ جو کچھ ہاتھ میں ہوتی ہے پہرے کے خُدّام باہر رکھوا لیتے ہیں تب اندر جانے دیتے ہیں۔ اس دروازے کے کواڑوں میں سینکڑوں نعل جڑے ہوئے ہیں اور یہی اس کی وجہ تسمیہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب کسی کا گھوڑا سخت بیمار ہوتا ہے اور مالکِ اسپ (گھوڑا) اُس کی صحت کی منّت مانتا ہے۔ بعد صحتِ اسپ ایام میلے میں نعل اور حسب مقدرتِ خود نقد و شیرینی مزار مبارک پر چڑھاتا ہے اور نعل اس دروازہ میں نصب کر دیا جاتا ہے۔

اندرونی حریم میں مزار کے سامنے اور اس سے ملحق جو دالان ہے وہ پیشتر اسی نمونہ کا لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ نعل دروازہ کا مشرقی دالان کا سائبان اب بھی لکڑی کا بنا ہوا موجود ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ لکڑی کی عمارتیں فیروز شاہ تغلق بادشاہ دہلی کی بنوائی ہوئی ہیں۔

بادشاہ (فیروز شاہ تغلق) بدوں استمداد اولیاء اللہ و استعانت اہل قبور کے، کوئی مہم پر نہ جاتا، جب وہاں سے مظفر و منصور واپس آتا۔ تو ان کی منتیں و نذریں ادا کرتا۔ چنانچہ بہرائچ میں آکر زیارت مزار حضرت سید سالار مسعود غازیؒ سے مشرف ہوکر درگاہ کی تعمیر مثل عمارت شاہانہ کے فرمائی اس سے معلوم ہوا کہ کسی اڑے وقت میں اس نے منت مانی ہوگی۔

نوادر مخطوطات خدا بخش لائبریری پٹنہ میں ایک کتاب ''سیرت فیروز شاہی'' کے نام سے ہے۔ اس کے صفحات ۱۲۸ اور ۱۲۹ پر سید سالار مسعود غازیؒ کا تذکرہ ہے۔ اس کتاب سے معلوم ہوا کہ سلطان شمس الدین التمش (متوفی ۱۲۳۶ء) بھی ولایت گورکھپور و کروسہ سے واپس جاتے ہوئے بہرائچ مزار پر حاضر ہوا تھا۔ سلطان ناصر الدین محمود بن التمش ۶۲۸ھ مطابق ۱۲۳۰ء میں بہرائچ (مزار) کی زیارت کو آیا اور کچھ تعمیر بھی کرائی۔ جو اس وقت اندرون قلعہ یعنی نعل دروازہ کے اندرونی حصہ میں ہے۔

سلطان ناصرالدین محمود (۱۲۶۶ء) کے بارے میں جناب پروفیسر خلیق احمد نظامی نے لکھا ہے۔

سلطان ناصرالدین محمود بن سلطان شمس الدین التمش تقریباً سولہ سال کی عمر میں (یعنی ۱۲۳۰ء) میں وہ بہرائچ کا والی مقرر رہوا تھا۔ اور وہاں اس نے اپنی انتظامی قابلیت کا سکّہ بٹھا دیا تھا۔ قرب و جوار کے پہاڑی علاقوں میں فوجیں اُسی کی سرکردگی میں بھیجی گئی تھیں۔ اس نے اپنے علاقہ میں رعایا کی خوش حالی بالخصوص کاشتکاروں کی فلاح و بہبود کے لئے کارہائے نمایاں انجام دئے تھے۔

سلطان اورنگ زیب عالم گیرؒ (متوفی ۱۷۰۷ء) حضرت سرمدؔ شہیدؒ کو ساتھ لے کر بہرائچ آئے۔ (اورنگ زیب عالم گیر کی یادگار میں ایک مسجد بھی درگاہ شریف کے ہسپتال سے جنوب میں موجود ہے۔ جو مسجد عالم گیری کے نام سے جانی جاتی ہے) تو حضرت سرمدؔ شہیدؒ بہرائچ میں آ کر ہاتھی پر سے کود پڑے۔ اورنگ زیب عالم گیر نے بہت دریافت کیا تو اپنی بغل کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ دیکھو۔ جب عالم گیر نے اُدھر نظر کی تو دیکھا کہ جابجا تازہ لاشیں بے شمار پڑی ہیں اور خون بہ رہا ہے۔ پھر عالم گیر کو سوار کرا کر حضرت سرمدؔ شہیدؒ پیدل چلے۔

اس کے علاوہ متعدد صوفیائے کرام نے بھی جن کی بزرگی اظہر من الشمس ہے اپنے اپنے زمانے میں سید سالار مسعود غازیؒ کے دربار میں حاضری دیکر نذرانۂ عقیدت پیش کیا ہے اور فیض حاصل ہونے کا اقرار کیا ہے۔

حضرت شیخ شرف الدین یحیٰ منیریؒ (بہار شریف) متوفی ۷۸۲ھ حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ (کچھوچھا شریف) میر سید امیر ماہ بہرائچیؒ متوفی ۷۷۲ھ شیخ محمد متوکل کنتوریؒ شیخ سعد اللہ کیسہ دارؒ اور حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ متوفی ۱۲۱۸ھ کی تصنیفات وملفوظات موجود ہیں پڑھے جاسکتے ہیں۔

چنانچہ حضرت نعیم اللہ بہرائچیؒ تحریر فرماتے ہیں۔

از مجاورتِ مزار حضرت سالار مسعود غازیؒ و شاہ عبد الرحیم لکھنویؒ کہ بہ پیر بخارا مشہور اند نیز فیض ہا برداشتہ لیکن بہ نسبت جناب عالی حضرت سلطان الشہد سالار مسعود غازیؒ از جہت خصوصیتِ علَویت کہ درمیانِ آں مسعودؒ و حضرتِ ما واقع است قطع نظر از حقوق ایں کہ فقیر از باشند گانِ ولایتِ ایشاں است بیشتر موردِ الطاف وعنایات می باشد۔

حضرت سید سالار مسعود غازیؒ اور حضرت عبد الرحیمؒ لکھنوی مشہور بہ پیر بخارا کے مزارات کی حاضری سے بھی بہت فیوض حاصل کیے۔ لیکن سلطان الشہداء سید سالار مسعود غازیؒ کی طرف سے علویت کی بنا پر جو حضرت سید سالار مسعود غازیؒ اور ہمارے اجداد کرام کے مابین واقع ہے اور اس خصوصیت کی وجہ سے بھی کہ ہمارے اجداد سید سالار مسعود غازیؒ کی ولایت کے باشندوں میں سے ہیں، زیادہ موردِ الطاف وعنایات رہے ہیں۔

کرامات سید سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ

حیاتِ ظاہری کے بعد شہادت نصیب ہونے پر سرکار غازیؒ کی کرامات کا شہرہ اتنا عام ہوا کہ پورا ملک واقف ہو گیا شہروں اور قصبوں سے عقیدت مندوں کا تانتا بندھ گیا اس کے لئے نہ کسی نے تشہیر کی نہ منادی۔ روحانی عظمتوں کا یہ منارہ اپنی شعاعیں خود بخود پورے ہندوستان پر بکھیر رہا تھا۔ اور لوگ تھے کہ آستانہٴ غازیؒ کی طرف کھنچے آ رہے تھے۔ حاجت مندوں میں غیر مسلموں کی اکثریت ہوتی۔ صرف غریب و نادار لوگ ہی اس در کے سوالیوں میں نہ تھے بلکہ بڑے بڑے تاجداروں نے بہرائچ کے کوچوں کی جاروب کشی کی ہے۔ سید سالار مسعود غازیؒ کی روحانی عظمت مصیبت کے مارے حاجت مندوں کے لئے فضل الٰہی کا ایسا مشہور و معروف ذریعہ بن گئی کہ امتداد وقت کے ساتھ ساتھ ہر کٹھن وقت اور مصیبت کی گھڑیوں میں غازی میاں کی دہائی دینا دستورِ عام ہو گیا۔ اور رحمتِ خدا اپنے اس جاں نثار کے وسیلے سے برستی بھی خوب تھی۔

سرکار غازی کی کرامتوں کے متعلق کوئی باقاعدہ تصنیف نظر نہ آئی۔ باوجود اس کے اپنے پرائے سب پر آپ کی روحانی عظمت اور تصرفات کا سکہ بیٹھا ہوا ہے۔

بعض کم رتبہ بزرگ ایسے بھی ہوتے ہیں جنھیں ان کی دو چار کرامتوں کی وجہ سے دنیا جانتی ہے مگر یہاں تو یہ حال ہے کہ خدّام، مُجاورین، حاضر باش زائرین، اپنے بیگانے جس کی زبان سے سنئے نئی نئی کرامتیں جدید خوارق کا تذکرہ سننے میں آتا ہے۔ بہرائچ اور اطراف و جوانب کے عامۃ المسلمین عقیدت کیشوں کا یہ حال ہے کہ جب کوئی دشواری درپیش ہوئی اور سلجھاؤ کی کوئی شکل نظر نہ آئی بس آستانہ کی طرف چل پڑے اور اس وقت تک چوکھٹ پر پڑے رہے جب تک غیبی تسلّیوں نے دل کو مطمئن نہ کر دیا۔

غیر مسلم عقیدت مندوں کا تمام تر مدار چونکہ اپنا حصول مقصد ہے اور ان کے نزدیک جواز و عدم جواز کا کوئی معیار نہیں ہے اس لئے اس کا بیان غیر مفید ہے تاہم اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بے شمار اہل ہنود ہیں جن کے یقین واعتماد نے انہیں آستانۂ غازی سے سرفراز کر دیا اور سچ پوچھئے تو آپ کی کرامتوں اور مشکل کشائیوں کا شہرہ بھی انہیں مشرکین کی وجہ سے زیادہ ہوا۔

حضرت سلطان الشہداءؒ کی پہلی کرامت یہ ہے کہ قوم اہیر کی عورت زوجہ جاسو بانجھ جس کے اولاد نہ ہوتی تھی موضع نگرور تحصیل بہرائچ میں اس کی ساس نے طعنہ دیا کہ بانجھ کا منھ دیکھنا بھی نحس ہے تو میرے گھر سے نکل جا۔ میں اپنے بیٹے کی دوسری شادی کرلاؤں گی تا کہ اولاد ہو۔ یہ عورت روتی پیٹتی درگاہ حضرت سلطان الشہداءؒ پر حاضر ہوئی اور اپنا واقعہ سنایا۔ خُدّام نے کہا کہ تو حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کے مزار پر گریہ وزاری سے آپ کا واسطہ دے کر خدا سے دعا مانگ تو انشاء اللہ تعالیٰ تیری مراد برآئے گی۔ وہ بیچاری مزار اقدس پر گئی اور رورو کر اپنی مصیبت بیان کی۔اس کے شوہر کو جب اس کا گھر سے آنا معلوم ہوا تو وہ ڈھونڈنے کے لئے نکلا اور تلاش کرتے کرتے آپ کے مزار پر اس کا گزر ہوا تو وہاں عورت موجود تھی، عورت نے اپنی سرگذشت کہی اور دونوں میاں بیوی منّت مان کر اپنے گھر کو روانہ ہوگئے۔ خدا تعالیٰ کے حکم سے اسی دن عورت حاملہ ہوگئی اور نو ماہ بعد لڑکا پیدا ہوا۔ پھر تو دونوں میاں بیوی ہر شب پنج شنبہ کو کچھ شیرینی لیکر آپ کے مزار اقدس پر حاضر ہونے لگے۔ شدہ شدہ یہ خبر قرب وجوار میں عام ہوگئی۔ لوگ بکثرت اپنی حاجتیں لیکر آنے لگے۔

اندھے، کوڑھی، لُنجے، اپاہجوں کا اور دوسرے حاجت مندوں کا تانتا بندھ گیا جن میں سے اکثر حاجتوں میں کامیاب ہو کر جاتے تو دوسرے سال اپنے ساتھ بکثرت لوگوں کو لایا کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ یہ خبر تمام ہندوستان میں مشتہر ہو گئی اور کثرت سے لوگ جمع ہونے لگے اور آ آ کے زبان حال سے یہ کہنے لگے۔

مدحت

ہے کرامت کی عجب شان ترے کوچے میں
منگتا بن جاتے ہیں سلطان ترے کوچے میں

نجفِ پاک کی تصویر بنا بہرائچ
بٹتا ہے حیدری فیضان ترے کوچے میں

بھیڑ منگتاؤں کی کیوں ہو نہ درِ اقدس پر
لٹتی ہے دولتِ عرفان ترے کوچے میں

ہر کسی کے لئے ہے فیض کا لنگر جاری
ہے بچھا نعمتوں کا خوان ترے کوچے میں

ہے تو وہ زندۂ جاوید شہیدوں کا شہید
حشر تک ہے ترا فیضان ترے کوچے میں

میرے سیّد میرے غازی میرے پیارے مسعود
مشکلیں سب کی ہوں آسان ترے کوچے میں

فضل خالق سے تو ادنیٰ کو بنا دے اعلیٰ
مور بن جائے سلیمان تیرے کوچے میں

پاتے ہیں سیکڑوں مفلوج و جذامی صحت
لٹ رہا ہے ترا فیضان ترے کوچے میں

اپنی اپنی وہ مرادوں سے ہوئے مالا مال
جس قدر آتے ہیں انسان ترے کوچے میں

rekhta

خدمتیں کرتے ہیں کیا مولوی اقبال احمد[1]
جس قدر آتے ہیں مہمان ترے کوچے میں

ان پہ بھی چشم عنایت ہو تری اے غازی
رات دن ہوتے ہیں قربان ترے کوچے میں

دونوں شہزادے نثار اور وقار[2] اے مسعود
لیں ترقی کی بڑی شان ترے کوچے میں

ممبروں اور منیجر پہ بھی چشمِ الطاف
سیکڑوں کرتے ہیں سامان ترے کوچے میں

اکبر وارثی میرٹھ سے ہوا ہے حاضر
فیض لینے ترے قربان ترے کوچے میں

---

1. جس زمانے میں یہ اشعار لکھے گئے ہیں۔ جناب مولوی اقبال احمد خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر وکمشنر اوقاف ۱۹۳۶ء میں درگاہ شریف بہرائچ کے پریسیڈنٹ تھے۔
2. نثار اور وقار دونوں مولوی اقبال احمد خاں صاحب کے فرزند تھے۔

rekhta

سید جمال الدین وسید رکن الدین ولایت سے آ کر رُدولی ضلع فیض آباد میں مقیم ہوئے اُن کے ایک گیارہ سالہ لڑکی زہرہ نامی مادرزاد نابینا حسینہ و جمیلہ تھی جب اس کو خبر ہوئی کہ اکثروں کی حاجتیں پوری ہو جاتی ہیں اور نابینا بھی بینا ہو جاتے ہیں تو زہرہ بی بی نے نیت کر لی کہ اگر میری آنکھیں بینا ہو گئیں تو سوائے آستانہ کی جاروب کشی کے زندگی بھر دوسرا کام نہ کروں گی اور اس کے باپ سید جمال الدین یہ کیفیت سن کر بہت خوش ہوئے اور یہ نیت کر لی کہ اگر حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کی برکت دعاء سے میری لڑکی کی آنکھیں بینا ہو گئیں تو میں آپ کا روضہ تعمیر کرادوں گا۔ الغرض آپ کے اوصاف سُن سُن کر زہرہ بی بی کے دل میں حضرتؒ کا غائبانہ عشق پیدا ہو گیا اور سوائے ذکر محبوب کے کوئی بات اچھی نہ معلوم ہوتی تھی۔ حدیث نبوی ﷺ ہے مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا فَاَکْثَرَ ذِکْرُہٗ۔ یعنی جس کو جو چیز پیاری ہوتی ہے وہ زیادہ اسی کے ذکر میں مشغول ہوتا ہے۔ حضرت کے نام نامی کی رٹ لگ گئی۔

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد ☆ بسا کیں دولت از گفتار خیزد (جامیؒ)

ترجمہ۔ عشق دیکھنے ہی سے نہیں ہوتا۔ بہت یہ دولت گفتگو سے پیدا ہے۔

زہرہ بی بی کا عشق زلیخا کے عشق سے سبقت لے گیا۔ زلیخا نے حضرت یوسفؑ کو خواب میں دیکھا تھا اور زہرہ بی بی نے حضرت سلطان الشہداء کا نام سُنا تھا اور تعریف سُنی اتنی شیدا ہوئیں کہ کھانے پینے سے دست بردار ہو گئیں دن کا چین رات کی نیند اُڑ گئی۔ رات دن مسعود مسعود کرتی تھیں اور زار زار روتی تھیں۔

ہو گئی دل کو تری یاد سے اک نسبتِ خاص
اب تو شاید ہی میسر کبھی تنہائی ہو

ایک دن خواب میں حضرت سلطان الشہداء آ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ زہرہ جس شخص کی تو مشتاق ہے وہ اس وقت تیرے سامنے موجود ہے دیکھ لے۔ زہرہ بی بی نے ہاتھ اُٹھا کر مناجات کی کہ الٰہی اگر مجھ کو سالار مسعودؒ کا سچا عشق ہے تو میری آنکھوں میں روشنی عنایت فرما تا کہ میں اپنے پیارے مسعود کا جمالِ پاک ان آنکھوں سے دیکھ لوں ورنہ میری جان لے لے کہ دردِ فرقت سے نجات پاؤں۔ چوں کہ زہرہ بی بی کو عشق راسخ اور صادق تھا اُسی وقت اللہ تعالیٰ نے اُس کی آنکھیں روشن فرما دیں۔

کام آخر جذبۂ بے اختیار آ ہی گیا
دل کچھ اس صورت سے تڑپا اُنکو پیار آ ہی گیا

بس سب سے پہلے نظر جس پر پڑی وہ جمال جہاں آرا حضرت سلطان الشہداء کا تھا۔ بس دیکھتے ہی اُدھر دوڑی مگر حضرت نظر سے غائب ہوگئے زہرہ کے ہوش وحواس جاتے رہے۔ ہائے ہائے کرنے لگی۔ ماں باپ اور تمام اقربا اُس کی بینائی سے سب خوش ہوگئے مگر زہرہ کا سوزِ فراق اور ترقی کر گیا اور جب حد سے زیادہ بے قرار ہوئی تو پھر حضرت خواب میں دکھلائی دیئے اور فرمایا کہ زہرہ اگر مجھے چاہتی ہے تو بہرائچ آجا۔ بس آنکھ کھلتے ہی والدین سے رخصت چاہی اور کہا کہ تم نے تعمیر روضہ کی نیت کی تھی اب اُس میں دیر کرنا اچھا نہیں سید رکن الدین وسید جمال الدین اگر چہ شاہانہ سیرت رکھتے تھے اور دولت مند بھی تھے لیکن دولت عرفان سے بھی مالا مال تھے اپنے عرفانِ باطنی سے حال اپنی لڑکی کا معلوم کر لیا اور سید جمال الدین نے ایک رکن الدین کے لڑکے زہرہ کے چچیرے بھائی اور ایک زہرہ کے ماموں کو مع زہرہ کے بہت سا روپیہ دیکر بہرائچ آستانہ پاک پر روانہ کیا۔ جب وہاں پہونچے تو زہرہ نے حضرت کے قدموں پر سر رکھ دیا اور قدم بوسی کی۔ حضرت نے زہرہ کو علم باطنی تلقین فرمایا اور نور باطنی سے سینہ معمور فرمایا۔

زہرہ نے پہلے روضہ حضرت سلطان الشہداء کا (یعنی مزارِ متبرکہ پر
۴۳۴ھ میں) گنبد تعمیر کرایا اُس کے بعد حضرت سالار سیف الدین کا اور
پھر اکثر یار و مصاحبین اور تمام شہداء کا جو سورج کُنڈ میں تھے گنج شہیداں
کے نام سے تعمیر کرایا اُس کے بعد حضرت کے روضہ سے ملحق غرب میں
اپنے لئے روضہ بنوا کر وصیّت کی کہ بعد انتقال مجھے اس میں دفن کرنا۔
چنانچہ وہیں دفن ہوئیں اور زہرہ کے چچیرے بھائی اور ماموں جو زہرہ کے
ساتھ آئے تھے اور تعمیرات کی خدمت اُن کے سپرد کی تھی وہ چند روز
آستانۂ پاک کی خدمت میں رہے اور اُنہیں بھی محبّتِ الٰہی کی چاشنی نصیب
ہوئی اور کاروبار دنیوی ترک کر کے یادِ الٰہی میں مصروف ہوئے۔ اور زہرہ
کے روضہ سے ملا ہوا اپنا روضہ بھی بنوایا اور بعد انتقال وہیں دفن ہوئے۔

زہرہ کا سِن جب پورے اٹھارہ سال کا ہوا تو محبت الٰہی میں
۱۴ رجب اتوار کے دن ہندی قاعدے سے جیٹھ کے مہینے کی پہلی تاریخ تھی
مشاہدۂ انوارِ الٰہی میں جاں بحق ہوئیں یہ اُن کی سچّی محبّت کا کرشمہ ہے کہ
سلطان الشہداء سے بہت مدّت کے بعد جس تاریخ اور جس دن جس مہینے
میں حضرت کی شہادت ہوئی تھی وہی تاریخ وہی دن وہی مہینہ زہرہ بی بی کے
وصال کا ہے۔

اُس زمانہ میں ولایت سے معمار ہندوستان میں نہیں آئے تھے کہ مثل ولایت کے روضہ بنایا جاتا۔ چونکہ ہندوستان کے معمار اِس سے بہتر بنا نہیں سکتے تھے لہٰذا روضہ حضرت سالار مسعودؒ اسی طریقہ پر جیسا کہ ہندوستان کے معمار جانتے تھے بنایا گیا۔ زہرہ بی بی نے چونکہ نہایت ذوق وشوق ومحبت سے یہ روضہ تعمیر کرایا تھا وہ حضرت کو ایسا مقبول ہوا کہ بعد میں اکثر اُمراء نے حضرت کی عالی شان کے موافق روضہ بنوانا چاہا اُن کو باطن میں حضرت نے منع فرمادیا کہ وہ نہ بنوا سکے۔

حضرت سید صاحبؒ کے روضہ انور کے اندر غربی دیوار میں ایک جو گہرا طاق سا بنا ہوا ہے وہ سکندر دیوانہؒ کا مزار ہے اور وہیں حضرت سید ابراہیمؒ صاحب کا مزار ہے۔ اور اُس سے غرب میں بی بی زہرہ کا روضہ ہے۔ یہ تینوں حضرتؒ کے عاشقانِ صادق اور محبان واثق اب تک زبانِ حال سے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ:-

آرزو یہ ہے کہ نکلے دم تمہارے سامنے ☆ تم ہمارے سامنے ہو ہم تمہارے سامنے

ان تینوں عاشقوں سے غرب میں اُن دونوں کاملین کا روضہ ہے جو زہرہ بی بی کے عزیز ہیں اور اپنی عمریں اور راحتیں سید صاحبؒ پر قربان کر چکے ہیں۔ زائرین کو چاہیے کہ اوّل حضور میں سید صاحب کے حاضری دیں اور فاتحہ پڑھیں اور وہیں سکندر صاحب دیوانہؒ اور سید ابراہیمؒ صاحب ہیں اور پھر بی بی زہرہ اور اُن کے بعد ان دونوں عزیزوں کو اور جملہ شہداء کو جو گنجِ شہیداں میں رونق افروز ہیں اور پھر اندر باہر جملہ ہمراہیان کو سلام اور فاتحہ سے نہ بھولا کریں۔

واقعہ سلطان فیروز شاہ تغلق

ایک روز سلطان فیروز شاہ تغلق کی والدہ اپنے کوٹھے پر کھڑی ہوئی کیا دیکھتی ہیں کہ لوگوں کا بڑا ہجوم ہے اور طرح طرح کے نیزے ونشان لئے ہوئے گاتے بجاتے جارہے ہیں۔ اِس کیفیت کو دیکھ کر اور متحیر ہو کر دریافت کیا کہ کیا ماجرا ہے۔ حاضرین نے عرض کیا کہ یہ سب حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کے دربار میں بہرائچ جارہے ہیں۔ جس جس نے جو منّت مانی تھی وہ خدا نے پوری فرمادی۔ اب اُس کے شکریہ میں نذر و نیاز لیکر گاتے بجاتے خوشیاں مناتے جائیں گے۔ اُس وقت فیروز شاہ تغلق نے ملک ٹھٹھ کی طرف فوج کشی کی تھی۔ بس والدۂ فیروز شاہ نے نیت کی کہ اگر میرا بیٹا ٹھٹھ سے فتح پاکر صحیح وسلامت گھر آئے تو میں بھی اُسے حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کی زیارت کو بہرائچ بھیجوں گی۔ الغرض سلطان مذکور کو ٹھٹھ کی جنگ میں لڑائی کا رنگ بگڑ گیا تھا۔ بھاگ پڑ گئی تھی لیکن حضرت سید سالار صاحب کے تصرف سے خدا نے اُسے فتح دی اور فیروز شاہ تغلق فتحیاب ہو کر دہلی آیا۔ والدہ صاحبہ نے اُنہیں بہرائچ روانہ کیا جب سلطان مذکور بہرائچ کے قریب پہونچا تو بعض بیوقوفوں نے کہا کہ قبر حضرت سلطان الشہداء کی تو سنا جاتا ہے کہ کہیں اور ہے اِس روضہ میں نہیں ہے۔

اِس پر سلطان کو وہم پیدا ہوا اور فکر ہوئی کہ زیارت کس طریقے سے ہو اور حکم دیا کہ تلاش کرو اگر کوئی درویش عارفِ باطن ہو تو اُس کے ہمراہ زیارت کروں۔ کیونکہ عارفوں کی نظر سے اہلِ قبر پوشیدہ نہیں ہوتے ہیں۔ اُس زمانے میں عارفِ ربّانی محبوبِ سُبحانی حضرت میر سید امیر ماہؒ (متوفی ۷۷۲ھ) موجود تھے ایسے عارفِ کامل تھے کہ خوارق و عادات اور کرامات اُن کی خلق پر بارش کی طرح برستی تھیں۔ ملازموں سے یہ کیفیت دریافت کر کے فیروز شاہ تغلق حضرت سید امیر ماہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عند الملاقات عرض کیا کہ حضرت سلطان الشہداء کی زیارت سے مشرف ہونا چاہتا ہوں۔ کیوں کہ آپ سے اہلِ قبور کا کوئی حال پوشیدہ نہیں ہے۔

حضرت امیر ماہؒ نے فرمایا کہ فُلاں تاریخ فُلاں روز اِسی قبر سے کہ جو روضہ میں ہے، حضرت سلطان الشہداء برآمد ہو کر تمہاری امداد کو ٹھٹھ گئے تھے اور جب وہاں فتح ہو گئی تو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اِسی روضہ میں تشریف لائے۔ سلطان فیروز شاہ نے اپنے روزنامچہ نویس کو طلب کیا اور روزنامچہ میں دن اور تاریخ ملاحظہ کی تو جو دن اور تاریخ اور وقت حضرت سید امیر ماہؒ نے بیان کیا تھا اُس میں سرِ مو فرق نہ تھا۔

چنانچہ بادشاہ کو ہمراہ لیکر حضرت سید امیر ماہؒ اپنے مسکن سے روانہ ہوئے تو راہ میں پنجوں کے بل چلنے لگے فیروز شاہ نے یہ منظر دیکھا تو سبب دریافت کیا۔ تو اُنہوں نے کہا۔ جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں اگر تو دیکھتا تو تو بھی ایسے ہی چلتا اس کے بعد اپنی ٹوپی سر سے اُتار کر بادشاہ کے سر پر رکھ دی۔ بادشاہ نے دیکھا کہ زمین پر ہر طرف شہداء کی لاشیں بکھری ہوئی ہیں۔ جو خون میں شرابور ہیں کسی کے ہاتھ کٹے ہوئے ہیں کسی کا سر اور کسی کے اور دوسرے اعضاء۔ اوران کے جنازوں کے درمیان سے لاکھ بچ بچا کر چلنے کے باوجود پاؤں کسی نہ کسی سے لگ ہی جاتا۔ چونکہ اُس روز بہت بڑا ہجوم تھا اِس لئے حضرت سید امیر ماہؒ اور فیروز شاہ روضہ مقدسہ کے دروازہ پر رک گئے اور حضرت سید امیر ماہؒ نے فرمایا جب سب لشکر اور فوجی انبوہ زیارت سے بہرہ یاب ہو چکے گا اُس وقت چلیں گے۔ اِس عرصہ میں سلطان فیروز شاہ نے حضرت سید امیر ماہؒ سے دریافت کی کہ کچھ حضرت سلطان الشہداء کی کرامات بیان فرمائیں۔ حضرت سید امیر ماہؒ کو اللہ تعالیٰ نے عرفانِ کُلّی عطاء فرمایا تھا اس کا جواب دیا کہ اس سے زیادہ اور کون سی کرامات چاہتے ہو کہ تم سا دارائے جہاں حکمراں اور مجھ سا فقیر دربانی کر رہے ہیں سلطان فیروز شاہ بھی عشق کی چاشنی رکھتا تھا اس جواب سے بہت مسرور اور محظوظ ہوا۔

شمش سراج عفیف واقعہ نویس سلطان فیروز شاہ تغلق نے مقدمہ اوّل کی پانچویں قسم میں لکھا ہے کہ خدا کی عنایت سے سلطان فیروز شاہ تغلق کو علی الدین نواسہ شیخ فرید الدین مسعود اجودھنیؒ سے ارادات تھی۔ فقراء کی خدمت کا شوق تھا ۷۷۶ھ مطابق ۱۳۷۴ء میں حضرت سلطان الشہداء کے مزارِ اقدس کی زیارت کی اور چند روز قیام کیا۔

ایک شب حضرت سید سالار مسعود غازیؒ نے سلطان فیروز شاہ کو خواب میں یہ بشارت دی یعنی روئے مبارک پر ہاتھ رکھ کر اشارہ فرمایا کہ عالم پیری قریب ہے وقت کو ہاتھ سے نہ جانے دے آخرت کی فکر چاہیئے۔ پھر آخر عمر میں سلطان نے اپنا سر مُنڈا دیا۔

صاحب منتخب التواریخ نے لکھا ہے کہ سلطان دہلی میں آیا اور نواسہ کو تختِ سلطنت پر بٹھا کر خود گروہِ صوفیہ میں داخل ہو کر حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کے مزار پاک کے پائنتی گوشہ نشین ہوا۔ اُس روز محبتِ فیروز شاہ کی وجہ سے اکثر اراکین وخدّام مملکت نے بھی سر منڈوایا اور گوشہ نشین ہوئے۔

شمش سراج عفیف واقعہ نویس سلطان فیروز شاہ تغلق نے مقدمہ اوّل کی پانچویں قسم میں لکھا ہے کہ خدا کی عنایت سے سلطان فیروز شاہ تغلق کو علی الدین نواسہ شیخ فرید الدین مسعود اجودھنیؒ سے ارادات تھی۔ فقراء کی خدمت کا شوق تھا ۷۷۶ھ مطابق ۱۳۷۴ء میں حضرت سلطان الشہداء کے مزارِ اقدس کی زیارت کی اور چند روز قیام کیا۔

ایک شب حضرت سید سالار مسعود غازیؒ نے سلطان فیروز شاہ کو خواب میں یہ بشارت دی یعنی روئے مبارک پر ہاتھ رکھ کر اشارہ فرمایا کہ عالم پیری قریب ہے وقت کو ہاتھ سے نہ جانے دے آخرت کی فکر چاہئے۔ پھر آخر عمر میں سلطان نے اپنا سر مُنڈا دیا۔

صاحب منتخب التواریخ نے لکھا ہے کہ سلطان دہلی میں آیا اور نواسہ کو تختِ سلطنت پر بٹھا کر خود گروہِ صوفیہ میں داخل ہو کر حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کے مزار پاک کے پائنتی گوشہ نشین ہوا۔ اُس روز محبتِ فیروز شاہ کی وجہ سے اکثر اراکین و خدّام مملکت نے بھی سر منڈوایا اور گوشہ نشین ہوئے۔

امیٹھی کے مشہور بزرگ (مخدوم شیخ نظام الدین) عرف حضرت بندگی میاںؒ (متوفی ۹۸۱ھ) کا حجام ان کا بال کاٹنے آیا۔ تو کہا حضرت آج مردانِ خدا بہرائچ والے سرکار کی زیارت گاہ کو گروہ در گروہ جا رہے ہیں۔ ہر قوم اور ہر نسل سے تعلق رکھنے والے آستانہ غازی کا رُخ کر رہے ہیں۔ آپ کا یہ خادم بھی جانا چاہتا ہے کیا حکم ہے؟ اگر اجازت مل جائے تو میں بھی ان زائرین میں شامل ہو کر چلا جاؤں۔ حضرت بندگی میاںؒ نے اجازت دیدی۔ حجام خوش خوش بہرائچ کے لئے روانہ ہو گیا۔ روانگی کے وقت آپ نے ایک رقعہ اس کے ہاتھ میں دیا اور کہا فُلاں باغ میں جس سُرخ سوار کو دیکھنا اسے دیدینا۔

حجام باغ میں سُرخ سوار کو ڈھونڈ تا رہا۔ تھوڑی دیر بعد ایک شخص سُرخ جوڑا پہنے ہوئے ظاہر ہوئے اور خود ہی حجام کے پاس رُک کر کہا رقعہ لاؤ۔ حجام نے رقعہ دیدیا۔ معاً ایک دوسرا رقعہ سُرخ سوار نے حجام کے ہاتھ میں رکھا اور فرمایا کہ یہ میاں بندگی شاہ کو دے دینا۔

حجام نے مزار پر حاضری دی فاتحہ خوانی کی اور دوسرے کاموں سے فارغ ہو کر امیٹھی لوٹا۔

مگر ایک خلش اس کے دل میں برابر کھٹکتی رہی کہ یہ سُرخ سوار کا ازخود مجھے پہچان لینا اور رقعہ طلب کرنا اور میرے لائے ہوئے رقعہ کا مطالعہ کرنے سے پیشتر جواب دیدینا ضرور کچھ معنیٰ رکھتا ہے۔ واپس لوٹ کراس نے لایا ہوا رقعہ حضرت بندگی میاںؒ کی خدمت میں پیش کیا۔

آپ نے وہ رقعہ دیکھا تو نہایت پشیمان ہوئے۔ حجّام نے آپ کے چہرے کا اُتار چڑھاؤ دیکھا تو پوچھا یہ پُرزہ کا معمّہ سمجھ میں نہ آیا۔ دراصل جو پُرزہ حضرت بندگی میاںؒ نے دیا تھا۔ اس میں میلہ اور دوسری تقریبات آستانہ میں ہونے والی واہیات اور خرافات رسموں پر نکتہ چینی تھی اور سُرخ سوار خود صاحبِ آستانہ حضرت سید سالار مسعود غازیؒ تھے۔ حضرت بندگی میاں نے لکھا تھا ''کیوں بے فائدہ لوگوں کو بُلاتے ہو اور بُلا کر بیوقوف بناتے ہو'' جواب میں تحریر تھا ''تم سے خود تمہاری بستی کا ایک نائی نہ رُک سکا اور ہم سے خلقِ خدا کو روکنے کے لئے کہتے ہو۔ یہ سب خدا کا کارخانہ ہے اس میں ہمیں کیا دخل۔ حجّام کو جب معلوم ہوا کہ مکتوب الیہ خود غازی سرکار تھے تو جذبات تأسّف سے ہاتھ ملتا رہ گیا۔

واقعہ حضرت راجی سیّد نور مانِکپوری رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شیخ محمد فیاضؒ (امیٹھوی) سے روایت ہے کہ قطب الوقت حضرت راجی سید نور الحق مانکپوریؒ (متوفی ۹۲۱ھ) کے اولاد نہ ہوتی تھی اس لئے اُن کی زوجہ نے نیت کی تھی کہ اگر اللہ نے مجھے بیٹا عطا فرمایا تو مع فرزند کے واسطے زیارت حضرت سلطان الشہداء بہرائچ جاؤں گی۔ حضرت موصوف کی باطنی امداد سے اللہ تعالیٰ نے اُسے فرزند عطا فرمایا۔ جس کا مبارک نام رکھا۔ حضرت سید صاحب کو مستورات کی روانگی میں عذر تنگدستی پیش آیا اور اِسی رنج و ملال میں مبتلا تھے کہ ایک رات اُن کے حجرے میں حضرت سلطان الشہداء رونق افروز ہوئے اور فرمایا کہ اپنے فرزند کو ہمارے سامنے لاؤ۔ اس کی حاجت نہیں کہ آپ کے اہل بیت بہرائچ جانے کی تکلیف اُٹھائیں یہ کرم دیکھ کر راجی سیّد نورؒ اُٹھے اور سیّد مبارک کو حضرت کے قدموں پر لا ڈالا۔ حضرت سلطان الشہداء نے اُن کے واسطے بہت سی دعائیں کیں اور جب تشریف لے چلے تو ایک مرد ننگے سر ننگے پاؤں حضرت سلطان الشہداء کی گھوڑی پکڑے ہوئے تو دیکھ کر راجی سیّد نورؒ نے دریافت کیا کہ حضرت یہ کون شخص ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ سکندر دیوانہ ہے۔ زندگی میں بھی ہمارے ساتھ رہا اور اب بعدِ شہادت بھی ہمارے ساتھ ہے پھر تشریف لے گئے۔

جس کو خدا اپنا دوست بنالیتا ہے۔ مخلوقات کو اُس پر مبتلا کر دیتا ہے۔

آستانۂ غازی کی سب سے واضح کرامت جو مشہور و معروف بھی ہے۔ برص اور کوڑھ کے مریضوں کی شفایابی ہے۔ اس قسم کے مریضوں کو قلعۂ خورد کے اندر جانے کی اجازت نہیں ۔ عرُس اور میلہ کے ایام میں بے شمار مریض بہرائچ پہنچتے ہیں ان لوگوں کے لئے قلعۂ خورد کے باہر چاروں طرف حوض بنے ہوئے ہیں جن میں مزار شریف کا غسالہ نالیوں کے ذریعہ اندر سے آتا ہے۔ کوڑھ اور برص کے مریض انہیں حوضوں میں ''یا غازی سرکار'' کے نعرے لگاتے ہوئے پڑے رہتے ہیں۔ اور ہر سال متعدد مریض اس لاعلاج مرض سے چھٹکارا پا کر نئی زندگی حاصل کرتے ہیں جس کی عقیدت و محبّت جس معیار کی ہوتی ہے فیضان غازی اُس پر اُسی سُرعت سے اپنا اثر دکھاتا ہے۔ پیپ اور مواد بہتی ہوئی انگلیوں سے چشمِ زدن میں نئی اُنگلیاں اور ناخون برآمد ہونا دیارِ غازی کی ایک عام کرامت ہے۔

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ (متوفی ۸۰۸ھ) نے مکتوب ۳۲ میں لکھا ہے کہ سادات بہرائچ نہایت مشہور النسب ہیں سید ابو جعفر امیر ماہ سے مجھ کو نیاز حاصل تھا آپ نہایت اہلِ دل اور صاحبِ تقویٰ تھے ایک بار طوافِ مزارِ متبرکہ سید سالار مسعود غازیؒ میں روحانیتِ سلطان الشہداء و حضرت خضرؑ و سید امیر ماہؒ اور یہ فقیر ایک مجلس میں تھے۔

اکثر حالاتِ مشائخ ومقالاتِ شیوخ حضرت خضرؑ سے بطور استفسار ذکر آیا اُس زمانے میں حضرت خضرؑ کے دانت ساتویں بار جمے تھے۔ سُبحان اللہ عجب صحبت تھی۔ نیز حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ نے فرمایا کہ اتفاقاً حضرت سالار کے مزار مبارکہ کی زیارت کے لئے بہرائچ جانے کا اتفاق ہوا شرف زیارت کے بعد حضرت سید جعفر (سید امیر ماہؒ) کی خدمت میں حاضر ہوا یہ فقیر اور سید مذکور تفریح کے طور پر میدان سے گذر رہے تھے کہ حضرت خضر سے ملاقات ہوگئی ہم آپس میں علوم دینی سے استفادہ کرر ہے تھے کہ ناگاہ عزرائیل ظاہر ہوا اور ہم سے مصافحہ کیا اور اپنے واقعات روحانیت سے کچھ بیان کیا ایک پہر کے قریب اس ماجرا میں گذرا تھا کہ حضرت خضر چند صورتوں میں متمثل ہوئے کبھی بوڑھے کی صورت میں کبھی جوان کی صورت میں اور کبھی بچے کی صورت میں۔

میر سید علی قوامؒ جونپوری (متوفی ۹۰۵ھ) کے ملفوظات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے اپنے خلفائے با کمال کو وصیت فرمائی تھی (اُن خلفاء میں حضرت موسیٰ بھی ہیں) کہ قُربِ خداوندی کا حصول مقصود ہے تو حضرت سلطان الشہداء سید سالار مسعود غازیؒ کی روحانیت سے رُجوع کرو۔

اور اُسے اپنا امام جانو کہ آپ کی روحانیت عارفانِ حق پر خورشید کی طرح روشنی ڈالتی ہے۔ اکثر اولیاء اُن کی روحِ پاک سے اکتسابِ فیض کرتے ہیں۔

عقل منداں را اشارہ کافیست

خواجہ مصلح الدین کے نواسے شیخ مرتضٰی ملفوظاتِ حضرت میر سید سلطان قدس سرہٗ (متوفی ۹۸۰ھ) میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت میر سید سلطان دہلی میں ایک پُرانی قبر کے اندر، جو اندر سے خالی تھی عبادتِ الٰہی میں مشغول تھے۔ بارہ سال کے بعد قبر سے باہر نکلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک کوڑھی جا رہا ہے اُس کے پیچھے ایک خوش پوش سوار ظاہر ہوا۔ جس نے اُس کوڑھی کو زور دار چابک رسید کیے اور وہ تلملا کر زمین پر آ رہا دو چار ضربیں لگتے لگتے تندرست ہو گیا اور خوش پوش ایک طرف چلا گیا۔ اب وہ سوار حضرت میر سید سلطان قدس سرہٗ کی جانب مخاطب ہوا۔ اور تین بار قطب جہانگیر کے لقب سے آواز دی۔ آپ نے اس سے پہلے عالمِ ظاہر میں اپنے لئے کسی کی زبانی یہ لفظ نہ سُنا تھا۔ پہلی بار سنا تو متعجب ہوئے اور پوچھا آپ کون ہیں شہ سوار بولا۔ مجھے سالار مسعود کہتے ہیں ولیوں کی دیگ میں نمکِ ولایت میرے ہاتھوں پہونچتا ہے۔ غزانامۂ مسعود کے بموجب میر سید سلطان بہرائچ تشریف لائے اور فیضانِ روحانی سے مالا مال کر دیئے گئے۔

حضرت مخدوم شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ (متوفی ۷۸۲ھ) کے

ایک مرید نے حضرت شیخ یحییٰ منیریؒ سے دریافت کیا کہ یہ کیا قاعدہ ہے کہ ہر ملک اور ہر شہر میں حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کی قبر بنا لیتے ہیں حضرت نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے وہ تصرف کمالات حضرت سالار کو عطا فرمائے ہیں کہ اگر تمام دُنیا ہر گھر میں حضرت کا مزار بنالے تو حضرت ہر جگہ موجود ہوں اور ہر گھر میں فیض پہونچائیں۔

سب سے پیاری ہر شخص کو اپنی جان ہوتی ہے جو ایسی پیاری چیز کو خدا کی راہ میں قربان کر دے وہ کیوں نہ خدا کا محبوب ہو گا۔ چونکہ سید سالارؒ نے بکمال شوق عین مشاہدۂ جمال پروردگار میں جان قربان کی ہے اِس لئے ہر روز تازہ کرامت، تازہ ظہور، تازہ شوق، تازہ ذوق، تازہ عشق، تازہ درد، تازہ سوز، تازہ ساز اِس محبوبِ ربّ العالمین کے روضۂ اقدس پر جلوہ افروز ہے۔

جونپور کے ایک ظاہر پرست معلّم کا واقعہ

سلطان الشہداء کے شروع ظہورِ کرامت کے زمانے میں ایک کثیر ہجوم طرح طرح کے نیزے اور نشان لئے ہوئے بنارس سے گاتا بجاتا ناچتا بڑی دھوم دھام سے بہرائچ جانے کے لئے جب جونپور پہنچا تو جونپور کی مخلوقات بھی نیزے نشان چتر لئے ہوئے اُسی شان سے اُن کے ہمراہ ہو گئی۔ تمام شہر میں شُہرہ ہوا اور اِس ہجوم کا گذر اس گوشے کی طرف ہوا جہاں ایک مُلاّ مکتب میں علمِ ظاہری کی تعلیم دے رہا تھا اُس نے طالب علموں سے پوچھا کہ یہ کیا غوغا ہے شاگردوں نے کہا کہ بہت سی مخلوق نیزے اور چتر وغیرہ لئے ہوئے گاتے بجاتے حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کے ولولۂ عشق میں بہرائچ جارہی ہے۔ وہ کور باطن مُنکرِ کراماتِ اولیاء اللہ اُٹھا اور شاگردوں سے کہا کہ ذرا میرے ساتھ آؤ اِس بدعت کا مزہ انہیں چکھادوں اور اُدھر دوڑا۔ جب قریب پہونچا اور ارادہ کیا کہ ہاتھ چھوڑے، غیب سے ایک طمانچہ اُس کے مُنھ پر اس زور سے لگا کہ بیخود ہو کر زمین پر گر پڑا اور تمام ہوگیا۔ اس کے شاگرد اُس کی لاش گھر لے گئے۔ شہر کے آدمیوں کا مکان پر ہجوم ہوگیا اور یہ دیکھا گیا کہ اُس مُلاّ کا منھ کالا ہوگیا تھا۔

اُس روز اکثر ناعاقبت اندیش سلطان الشہداء کی ولایت پر ایمان لائے اور کہتے تھے کہ اِس کی دنیا میں یہی سزا تھی جو بھگتی۔ اور اُس کا رُوسیاہ ہونا اُس کے بے ایمان ہونے کی دلیل ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ خدا کے دوست اپنی ظاہری ہستی مٹا کر صفتِ حق سے موصوف ہو جاتے ہیں پھر تو اِن کے افعال واقوال خدا کے افعال واقوال ہو جاتے ہیں اُس وقت جو کوئی اُن کا مزاحم ہوتا ہے بس اُس کی یہی سزا ہوتی ہے کہ دنیا و آخرت میں روسیاہ ہو جاتا ہے۔ کرامات وتصرفات کا وہ ذخیرۂ کتب جسے آپ کے ہم عصروں نے صرف طوالت کے پیشِ نظر قلمبند نہ کیا۔ ایک ایک لکھے جاتے تو ایک انبار ہوتا۔ جیسا کہ مرآتِ مسعودی کے مصنف نے لکھا ہے کہ ''صد ہا تصرفات جو فقیر کے سامنے جاری ہوئے وہ اگر لکھے جائیں تو پورا دفتر ہو جائے''۔

گر آں جملہ را سعدؔی انشا کند ☆ مگر دفترے دیگر املا کند

مزاراتِ شہداء

اِس شہرِ مبارک میں نہ جانے کتنے شہداء کے مزاراتِ طیبہ کے نشانات اور بوسیدہ خانقاہیں پائی جاتی ہیں جن کا شمار دشوار ہے حد یہ ہے کہ بہرائچ اور اُس کے قرب ونواح کی کوئی جگہ ایسی نہ مل پائے گی کہ حتمی طور پر کہا جائے کہ یہ جگہ شہیدوں کی نہیں ہے۔ حتیٰ کہ درگاہ شریف کی آراضی

میں اور بہرائچ کے شمال، شمال ومغرب، شمال ومشرق کے وسیع میدانوں میں اور شہر میں ان خدا کی راہ میں قربان ہونے والے جانباز شہیدوں کے مزارات ہیں۔

بآں گروہ کہ از ساغر وفا مستند ☆ سلامِ ما برسانید ہر کجا ہستند

مدحت

چپّے چپّے پر مزاراتِ شہیداں دیکھئے
دید کے قابل ہیں بہرائچ کے میداں دیکھئے

ہر طرف ہے بارش انوار عرفاں دیکھئے
بارگاہِ سیدِ سالارِ ذی شاں دیکھئے

ہے علیؓ کے چاند کا دربار اِس دربار کے
ذرّے ذرّے میں ضیائے مہر تاباں دیکھئے

کانپتی ہے ہیبتِ حق سے نگاہِ زائرین
قبر پر رعب وجلالِ شیرِ یزداں دیکھئے

جان کی قرباں خدا کی راہ میں اسلام پر
ہند میں ان کے لئے لاکھوں مسلماں دیکھئے

اِن کا دیکر واسطہ خالق سے مقصد مانگئے
غیب سے پھر اپنے اُس مقصد کے ساماں دیکھئے

دیکھنے سے آپ کے ہوتے ہیں کُل امراض دور
میرا حالِ زار سلطانِ شہیداں دیکھئے

میں ہوں مشکل میں نظر ہے آپ کی مشکل کُشا
میری جانب یادگارِ شاہِ مرداں دیکھئے

کس کی لیتا ہے بلائیں کس پہ ہوتا ہے نثار
یہ مرا دل ہاتھ میں لیکر مری جاں دیکھئے

بڑھتے جاتے ہیں عقیدے اِن کے پاپا کر مُراد
ہندوؤں سے گھٹتے جاتے ہیں مسلماں دیکھئے

مسجدیں، دارالشفا، مہمان خانے، مدرسہ
کیا کمیٹی نے کئے راحت کے ساماں دیکھئے

دل کُشادر، دل رُبا تعمیر، دل کَش جالیاں
اِک طرف بستی تو دو جانب گلستاں دیکھئے

وہ درِ زنجیر پر شہنائیوں کے زمزمے
یہ چمن میں زینتِ گلزارِ رضواں دیکھئے

محفلِ میلاد، بزمِ وعظ، وجدِ صوفیاں
عُرس میں قوّالیوں کی رنگ رَلیاں دیکھئے

ہوٹلوں کی زیب، میلے کی نمائش، خیمہ جات
بمبئی بازار، کلکتے کی دوکاں دیکھئے

آئیے لنگر میں نعمت ہائے الواں کھائیے
جائیے روضے پہ نورِ پاک سبحاں دیکھئے

پہلے تو سعئ منیجر ممبروں کی کوششیں
پھر پریسیڈنٹ کے کارِ نمایاں دیکھئے

دیکھنے سے آپ کے بڑھ جاتے ہیں عزّ و وقار
جاں نثارِ اقبالؔ کو یا شیرِ یزداں دیکھئے

آپ کو اکبر جو اُن کی حسرتِ دیدار ہے
بند کیجئے آنکھ اپنے دل میں پنہاں دیکھئے

آستانۂ غازی پر سالانہ میلہ اور عُرس

زہرہ کی وفات کے بعد اُس کے والدین اُس کا عرس کرنے رُدولی سے بہرائچ آتے تھے اور سالانہ اپنے عزیز واقربا کو بھی ساتھ لاتے تھے۔ اُن کے دل میں بیٹی کی شادی کے حسرت وارمان بھرے ہوئے تھے۔ اِن حسرت وارمان کی وجہ سے غلبۂ عشق ومحبت میں کہتے تھے کہ ہم شادی رچانے کے لئے بہرائچ آتے ہیں اور جب تک زندہ رہے لڑکی کے غلبۂ عشق ومحبت میں بے اختیار ہو کر ایسا کرتے رہے۔

بس وہ رسم پڑگئی وہی عشق و محبت کی رسم اب تک جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی اور صوفیاء کرام یہ کہتے ہیں کہ شادی اُس خواب کی تعبیر ہے جو حضرت سلطان الشہداؒء نے زندگی میں قریب زمانۂ شہادت کے دیکھا تھا کہ والدین شادی کی خوشیاں منا رہے ہیں چونکہ شہیدوں کو باطن میں ہمیشہ شادی و ذوق ہوتا ہے اور باطن کا پرتو عالمِ ظاہر پر پڑتا ہے تو یہاں بھی وہی حالت ظاہر ہو جاتی ہے اور یہ عالمِ ظاہر پرتو اُسی عالمِ باطن کا ہے تو جو کچھ عالمِ باطن میں ہو رہا ہے اُس کا پرتو عالمِ ظاہر پر پڑ رہا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:-

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ط (سورۂ حدید: پ۔۲۷ ع۔۱)	ترجمہ۔ وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔

اس کا احساس باریک بین نگاہیں کر سکتی ہیں۔ اور مُبلّغین علماء کا یہ خیال ہے کہ سید صاحب ”مجسّمۂ تبلیغ ہیں جب تک پیکرِ انسانی میں رونق افروز رہے اُس وقت کی تبلیغ سے تو دنیا واقف ہے لیکن جس وقت سے حیاتِ ابدی پائی ہے یعنی لباسِ روحانی میں جلوہ گر ہوئے ہیں اُس وقت سے جو تبلیغ فرمائی ہے وہ ایسی باطنی تبلیغ ہے کہ وہ بجز عارفینِ و کاملین کے دوسروں کی سمجھ بوجھ سے ارفع اور اعلیٰ ہے۔

اس میلے میں مسلمان اور باقی دیگر اقوام و مذہب کے اصحاب ہوتے ہیں اور پھر بلا امتیاز و مذہب طرح طرح کی کرامتوں کی بارش کا ہونا اندھے، کوڑھی اور طرح طرح کے مریضوں کا شفایاب ہونا جس سے ہر مذہب والے بے شمار فوائد اُٹھاتے ہیں۔

حضرت مخدوم شیخ شرف الدین یحیٰ منیریؒ فرماتے ہیں کہ علمائے ظاہر اپنے علم کی کمی سے عارفوں کے فعل پر اعتراض کر بیٹھتے ہیں اور اُس کی حقیقت کو نہیں سمجھتے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیتے ہیں۔

یہ میلہ جیٹھ کے ماہ میں پہلے اتوار کو ہوتا ہے مرآتِ مسعودی[1] میں سورج کُنڈ اور بُت بالارکھ (بالارک) کے سلسلے میں لکھا ہے کہ یہاں سورج گرہن اور چاند گرہن کے روز بڑا مجمع ہوتا تھا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اب جو میلہ یہاں ہوتا ہے یہ وہی ہے جو سید سالار مسعود غازیؒ کے آنے سے پہلے بھی ہوتا تھا اور اس کا سب سے بڑا ثبوت یہی ہے کہ اتوار کے روز اس کا خاص دن ہوتا ہے۔

---

1. مرآتِ مسعودی میں صاف لکھا ہے کہ سورج کنڈ کے کنارے ایک پتھر پر بالارک یعنی اُگتے ہوئے سورج کی تصویر بنی تھی وہاں انسانی شکل میں سورج کا کوئی بُت موجود نہیں تھا۔

اتوار کا تعلّق آفتاب کی پرستش سے ہے۔ اتوار مخفف ہے اَدِت وار کا۔ جس کے معنیٰ ہیں سورج کا دِن۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس میلہ میں زائرین جو مزار پر چڑھاوا چڑھاتے ہیں اور بڑے چھوٹے جھنڈے نذر کرتے ہیں ان میں تین چوتھائی تعداد ہندوؤں کی ہوتی ہے۔

پیشتر تو یہاں غالباً بہت سی بدعات ایسی تھیں جو مذہب اسلام کے خلاف تھیں مگر اب کمیٹی انتظامیہ نے بہت سی بدعتوں کو بند کر دیا ہے۔ اگر چہ ہمارے نزدیک اب بھی کچھ باقی ہیں۔ اس میلہ کے پُرانے ہونے کا ثبوت مرآتِ مسعودی سے قبل کی تاریخوں سے بھی ملتا ہے۔

اکبر نامہ میں ابوالفضل نے اس سلسلہ میں بڑا دلچسپ قصّہ لکھا ہے وہ کہتا ہے کہ ایک سال جمنا کے کنارے زائرین، بہرائچ کو علم لے کر جانے کے لئے تیار ہو رہے تھے اور بڑا مجمع تھا۔ اکبر بادشاہ بھیس بدل کر تماشہ دیکھنے کے لئے اس مجمع میں چلا گیا اتفاق سے ایک شخص نے پہچان لیا اور اکبر کو اس شناخت کا پتہ لگ گیا تو اس نے فوراً اپنی آنکھوں کی پتلیاں پھیر کر ایسی صورت بنائی کہ لوگ کہہ اُٹھے کہ یہ بادشاہ نہیں ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ بہرائچ میں بڑا مجمع ہوتا ہے لوگ راتوں کو جاگتے ہیں اور اچھے بُرے سب جمع ہوتے ہیں (آج کل بھی یہی حالت ہے) اگر چہ اب مجمع کم ہوتا ہے اور یہ کہ سید سالار مسعود غازیؒ غزنی کی فوج کے شہداء میں سے تھے۔

مصنف (نظام الدین احمد بخشی) طبقات اکبری (۱۰۰۲ھ) میں لکھتا ہے کہ شہنشاہ اکبر ذکر کرتے تھے کہ ایک دن میں اکبر آباد (آگرہ) میں سید سالار غازی چھڑیاں دیکھنے گیا۔ ایک شخص نے مجھے پہچان کر دوسرے سے کہا کہ بادشاہ جاتا ہے۔ میں نے فوراً اپنی آنکھوں کے کوئے (ڈھیلے) باہر نکال لئے اور کچھ برا سا منھ بنالیا۔ جب دوسرا شخص مجھے دیکھ کر گیا تو کہنے لگا کہ بادشاہ کی ایسی آنکھیں نہیں ہیں۔

تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ سکندر لودی بادشاہ نے جس کا زمانہ ۸۹۴ھ لغایت ۹۲۳ھ تھا اور جو شریعتِ اسلام کا سختی کے ساتھ پابند تھا اس میلے کو سختی کے ساتھ بند کر دیا تھا اور جاتریوں اور نیزوں کا لے جانا ممنوع قرار دیا تھا۔ اس کی تائید تاریخ داؤدی مصنفۂ عبداللہ عہدِ جہانگیر سے بھی ہوتی ہے۔ اور یہی بات زبدۃ التواریخ نے بھی لکھی ہے۔

خانی خاں کی تاریخ منتخب اللباب سے معلوم ہوتا ہے کہ اورنگ زیب عالم گیر جو شریعتِ اسلام کا سخت پابند تھا حضرت سرمدؒ کو ساتھ لیکر بہرائچ آیا اور اس میلے کی بدعات کو مٹانے کی کوشش کی اور میلہ بند کرنا چاہا۔ مگر نہ ہوسکا اور جاری ہے۔ جو رسوم خواہ اچھی ہوں یا بری صدیوں کی آبیاری سے جڑ پکڑ جاتی ہیں اس کو اکھاڑ ڈالنا آسان نہیں ہے ہاں کاٹ چھانٹ ہوتی رہتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ میلہ اب تک قائم ہے اور کم وبیش قائم رہے گا۔

ایک عجیب بات یہ ہے کہ سید سالار مسعود غازیؒ کی یادگار میں اسی تاریخ اور اسی روز ہندوستان کے مختلف حصوں میں میلہ ہوتے ہیں۔ مثلاً بدایوں، مرادآباد، آگرہ، میرٹھ وغیرہ یا ہمارے صوبہ کے کئی ایک پوربی اضلاع میں۔ یہاں تک کہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ حیدرآباد دکن کی ریاست کے ضلع گلبرگہ کے تعلقہ شاہ پور میں لوگوں نے سید سالار مسعود غازیؒ کی ایک درگاہ بنا رکھی ہے اگرچہ اس روایت کی کوئی سند ہمارے پاس نہیں ہے۔ مرآتِ مسعودی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تصنیف کے زمانے میں بھی اس قسم کے یادگاری میلے ہندوستان کے مختلف حصوں میں ہوتے تھے۔

عُرس

علاوہ میلے کے ۱۲/۱۳/۱۴/ رجب کو حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کا سالانہ عُرس بھی بڑی شان سے ہوتا ہے جس میں قرب و جوار کے اضلاع کے زائرین کا مجمع ہوتا ہے۔ سماع کی محفلیں اور وعظ کے جلسے اور قرآن خوانی اور فاتحہ نہایت خوش اسلوبی سے ہوتی ہیں۔ حضرتؒ کے تبرکات کی زیارت بھی کرائی جاتی ہے۔ ایک قرآن پاک بہت پرانا ہے جس کا کاغذ اور روشنائی رسم الخط خطِ کوفی سے ملتا جلتا ہے۔

کہتے ہیں کہ آپ اپنی حیاتِ ظاہری میں یہی قرآن پاک تلاوت فرماتے تھے اور ایک مرزئی نیم آستین ہے جس پر پورا قرآن پاک نہایت باریک خط میں تحریر ہے۔ کہتے ہیں کہ شہادت کے وقت یہی مرزئی زیبِ تن تھی۔ عرس میں صوفیائے کرام اور علمائے کبار دور دور سے آکر رونق افروز ہوتے ہیں۔ حسبِ لیاقت لنگر اور سفرِ خرچ بھی دیا جاتا ہے۔

درگاہ کمیٹی اور عمارتیں

درگاہ شریف یو پی سُنّی سنٹرل وقف بورڈ کے زیرِ انتظام ہے۔ جب سے درگاہ شریف کا انتظام ایک کمیٹی کے ہاتھ میں آیا ہے اُسی وقت سے عمارتوں کی تعمیر کا سلسلہ برابر جاری ہے اور اس بارے میں مرآتِ مسعودی کی یہ پیشن گوئی سچ ثابت ہو رہی ہے کہ کچھ عرصہ میں عمارتوں کی رونق یہاں بہت بڑھ جائے گی۔

مزار شریف کے سامنے اندرونی حریم کے اندر کا فرش (سائبان) اور سنگِ مرمر کا دالان اور اس سے باہر (نعل دروازہ سے زنجیری دروازہ تک کا فرش) اور بیرونی حریم کے اندر زائرین کے لئے کمرے وغیرہ ودیگر عمارتیں کمیٹی انتظامیہ نے تعمیر کرا کے رونق بہت بڑھا دی ہے۔

حضرت سکندر دیوانہ رحمتہ اللہ علیہ

سرکار غازی کے دیوانوں کی فہرست مرتب کرنا ممکن نہیں۔ مگر چند تو ایسے تھے جن کی جانبازی واقعی دیوانگی کی منزل میں داخل ہوگئی تھی۔ اُن میں ایک عاشقِ صادق حضرت سکندرؒ بھی تھے۔ جنھیں عام طور پر لوگ سکندر دیوانہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ آپ کی محبت بالکل بے لوث تھی آپ حضرت سلطان ابراہیم ادہمؒ کے سلسلۂ ارادات میں داخل تھے۔ آپ کا یہ طریقہ تھا کہ سرو پا برہنہ فقیرانہ انداز میں ایک لکڑی ہاتھ میں لئے رہتے سرکار غازی اگر سواری پہ چلتے تو آپ بھی پیدل جلو میں موجود ہوتے۔ اس بے غرض محبت کا یہ اثر تھا کہ جلوت وخلوت کسی جگہ آپ پر کوئی پابندی نہ تھی۔ بڑے بڑے امراء اور حاضر باش آپ کو نہایت عزت وتوقیر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آخری ساعت میں جب کہ میدانِ جنگ میں حضرت سلطان الشہداء کے اردگرد کوئی نہ تھا اور سہر دیو (سُہیل دیو) کے تیر سے مجروح ہوکر سرکار غازی زمین پہ آرہے تو سکندر آگے بڑھے اور اپنی آغوش میں سر رکھ کر رونے لگے۔

اوراسی حال میں سکندرؒ کواتنے تیر لگے کہ دنیا کی طرح قربِ الٰہی کے سفر میں بھی سکندر دیوانہ کی روح سرکار غازی کے دوش بدوش رہی ''اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ'' (ہم خداہی کا مال ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں)۔ اور حدیثِ رسول اللہ ﷺ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ اِلَیْہِ کے مطابق آج بھی اسی سرکار میں حاضر ہیں جیسا کہ قطبِ زمانہ حضرت راجی سید نور مانک پوریؒ کے واقعہ میں گزشتہ صفحات میں ذکر ہو چکا ہے۔ آپ بغیر زرہ و بکتر کے برہنہ لڑائی پر جاتے تھے اسی لئے سکندر برہنہ کے نام سے مشہور ہو گئے۔ بہرائچ کے عوام آپ کو برہنہ پیر اور برہنہ میاں کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

حضرت سلطان الشہداء کے روضۂ انور کے اندر غربی (پچھم) دیوار میں جو ایک گہرا طاق سا بنا ہوا ہے وہ سکندر دیوانہ کا مزار ہے۔ چونکہ سرکار غازی کے مزار مبارک کے داہنے پہلو میں گنبد کی دیوار کے نیچے آپ کا مزار آ گیا تھا اس لئے دیوار ہونے کی وجہ سے ایک طاق بطور نشانی مزار میں داہنے جانب بنا دیا گیا ہے۔ (شہادت ۱۴؍رجب ۴۲۴ھ)

بی بی مائلہ رحمتہ اللہ علیہا

چند ہزار بیوگان از حیات خود آزردہ و دست از جان شُستہ مُلک غزنی سے جانبِ ہند بہرِ جہاد آئی تھیں۔ بی بی مائلہ نے اُن بیوگان مُجاہدین کی سرگروہی اختیار کی تھی اور حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی تھیں۔ اُس جنگِ عظیم میں اِن بیوگان مجاہدین نے وہ جنگِ مردانہ اور نبرد دلیرانہ کی کہ فلک بھی عرقِ شرم میں غرق ہوگیا۔ اِن سب بیوگان مجاہدین نے جان بہ جانِ آفریں سپرد کی اور جامِ شہادت خوب سیر ہوکر نوش کیا۔

سُبحان اللہ کیا وہ وقت تھا اور کیسا جوشِ اسلام اور کس قدر محبت وحمیّت دینِ پاکِ محمدی ﷺ اہلِ ایمان کے دلوں پر مستولی تھی۔ خوش سرانجام تھے وہ لوگ جنہوں نے اُس زمانے میں معرکہ ہائے جہاد وغزا میں جامِ شہادت نوش فرمایا تھا۔ (قلعۂ درگاہ کے اندر) مال خانہ کے متصل گوشۂ جنوب و مشرق میں ایک حُجرہ کے اندر اِن بیوگان مُجاہدین کا گنجِ شہیداں ہے۔ اُسی میں بی بی مائلہ کا مزار ہے جو کہ مزار عینا دائی کے نام سے مشہور ہے۔

قدم رسول صلی اللہ علیہ وسلم

درگاہ شریف بہرائچ کے حدود کے اندر قدم رکھتے ہی درگاہ شریف کے زنجیری دروازہ سے باہر ہو کر سیدھے دکھن کی طرف برف خانہ کے بالکل سامنے پورب جانب بڑی سی چہار دیواری میں محدود ایک کہنہ و پختہ چار عظیم گنبدوں پر مشتمل ایک پُرشکوہ دیدہ زیب عمارت نظر آئے گی جس کو قدمِ رسول کے نام سے پکارتے ہیں۔ اس کے اندرونی حال میں ایک گز اونچے چبوترے کے اوپری حصّہ پر چھوٹا سا چوکور حوض ہے اُس میں ایک پتھر نصب ہے۔ جس میں ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کے پنجہ کا نشان کندہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ قدم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نشانات ہیں۔

خواجہ عین الدین مولائی آخر زمانۂ نواب آصف الدولہ میں ۹۳-۱۱۹۲ھ مطابق ۷۵-۱۷۷۴ء تک ناظمِ بہرائچ تھے۔ اُنہوں نے یہ قطعۂ آراضی خادمانِ درگاہ سے خریدی اور اپنے متعلقین کو رکھنے کے لئے بلا اجازت شاہِ اودھ اس پر امام باڑا، مقبرہ اور ایک حویلی بنوانا چاہتے تھے مگر شاہ اودھ نے اِس پر اعتراض کیا اور عوام بھی درگاہ کی ملکیت کے فروخت کے خلاف تھے۔ اس لئے شکایات بادشاہ تک پہونچی۔

بادشاہ ہر سال دورے پر آتا تھا۔ ملک مولائی نے باز پُرس سے
بچنے کے لئے ایک عمارتِ عالی تیار کر کے مشہور کر دیا کہ حضرت محمد رسول اللہ
ﷺ کے قدمِ مبارک کا نشان رکھنے کے لئے بنائی گئی ہے چنانچہ اُنھوں نے اس
میں پتھر نصب کرا کر قدم رسول نام رکھ دیا۔ اور بادشاہ کے عتاب سے بچ نکلے۔

ایک روایت کے مطابق اس عمارت کو غالباً بندہ علی خاں یا مہدی
علی خاں حاکم بہرائچ نے تعمیر کرائی کیوں کہ اِنہیں دونوں حاکموں کے زمانہ
میں خدّام کی معافیات کا اعادہ بھی ہوا۔ بہر حال اِس کی وجہ تعمیر کی بابت تو
ہم یقینی طور پر کچھ عرض نہیں کر سکتے۔ ہاں اِس میں شُبہ نہیں کہ یہ عمارت
شاہانِ اودھ کے زمانہ میں تعمیر ہوئی۔

امتدادِ زمانہ سے یہ عمارت بھی جگہ جگہ سے شکست اور قابلِ مرمّت ہو گئی
تھی اور کُل احاطہ نہایت کثیف اور گندہ رہتا تھا۔ نوّے (۹۰) بیگہ آراضی معافی اس
کے متعلق تھی۔ اس کے محاصل اور دوکانات و مکانات عمارت قدم رسول ﷺ کی
آمدنی متولّیِ وقت اپنے تصرّف میں لاتے تھے اور جس کے متعلق یہ آمدنی تھی
اُس پر ایک حبّہ بھی صرف نہ کرتے تھے۔ کمیٹی درگاہ نے سفارش کر کے قدم
رسول ﷺ کو بھی ۱۸۸۰ء میں متعلق بہ وقف درگاہ کیا اور اپنے انتظام میں اس
کو بھی لے لیا۔ اب اس کے جُملہ مصارف محاصل درگاہ سے ہوتے ہیں۔

چہار دیواری کے اندر امرود کا وسیع باغ ہے یہاں کے امرود ذائقہ کے لئے مشہور ہیں اس عمارت کے صدر دروازہ پر ایک چھت دار قدیمی کنواں ہے جو فیروز شاہ تغلق کا بنوایا کہا جاتا ہے اگر چہ اُس پر کوئی کتبہ نہیں ہے لیکن یہ اُس طرز کا ہے جیسا کہ بارہ بنکی لکھنو کی قدیم شاہراہ پر دو ایک جگہ اور بھی ملتے ہیں۔ اِس عمارت کے اندر ایک مسجد بھی تعمیر ہو گئی ہے۔

حضرت امیر نصر اللہ شاہ غازی رحمتہ اللہ علیہ

درگاہ شریف بہرائچ سے شمال کی طرف بھنگا روڈ پر بارہ کلومیٹر جانے کے بعد مغرب کی طرف ایک پختہ راستہ جاتا ہے۔ تقریباً ۲ کلومیٹر چلنے کے بعد دِکولی شریف کی آبادی شروع ہو جاتی ہے۔ آبادی میں داخل ہوتے ہی دو طرفہ مزارات مبارکہ کے کچھ اُبھرے مِٹے اور کچھ دُرست حال میں نشانات ملتے ہیں ۔ جو حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کے رفقاء کے ہیں۔ اور اس پُرانی آبادی کے آگے پچھم باغ میں اِملی کے درختوں کے درمیان بشکلِ درگاہِ معلّیٰ سیدنا سالار مسعود غازیؒ ایک وسیع اور عظیم الشان کہنہ پرانی عمارت نظر آئے گی۔

اسی مقدس عمارت کے کھلے میدان میں مسجد کے اُتری حصّے میں ایک طویل مزار پاک ہے۔ جو حضرت سیدنا امیر نصراللہ غازیؒ کی ہے۔ آپ حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کے بڑے والد ہیں۔ سیدنا سلطان الشہداء نے آپ کو دریائے بھکلہ (کٹھلہ) کے اہم مورچہ پر سپہ سالارِ اعظم بنا کر متعین فرمایا تھا۔ آپ نے ترائی کے تمام راجاؤں کے اور اُن کی فوج کے دانت کھٹے کر دئے اور موضع دکولی میں لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ (۱۲/۱۳/رجب المرجب ۴۲۴ھ کے درمیان) یہ عظیم معرکہ ۴۲۴ھ مطابق جون ۱۰۳۳ء کے عشرۂ اول میں واقع ہوا۔ جس میں تین لاکھ چار ہزار مجاہدینِ اسلام نے جامِ شہادت نوش فرمایا جو اس زمین کے اردگرد آسودۂ خواب ہیں۔ جن کے نشانات اور وجود کا بھی علم نہیں ہے۔ اس کے علاوہ بے شمار مشرکین بھی مقتول ہوئے۔

اللہ کے اس عظیم مجاہد کو آج دکولی والے بابا اور بڑھو بابا کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ جیٹھ کے میلے کے موقع پر بہرائچ شریف آنے والے زائرین سب سے پہلے آپ کے در پاک پر حاضر ہوتے ہیں۔ اور عقیدت کی نذر پیش کرتے ہیں۔ نیز بہرائچ حاضر ہوتے ہوئے شاہانِ اسلام بھی اپنے اپنے دور میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے رہے جس کی شہادت وہاں کے قدیم اور کہنہ در و دیوار دے رہے ہیں۔

خادم کئی بار مختلف وقتوں میں حاضر ہوا انتہائی پُرکشش اور بارونق و بابرکت مقام معلوم ہوا۔ خاص کر جمعہ اور اتوار کے دنوں میں کافی لوگ نذر و نیاز کے لئے حاضر ہوتے اور فیض حاصل کرتے ہیں شہر سے دور ہونے کی وجہ سے انتظام واہتمام میں کمی محسوس ہوتی ہے۔ مگر مکاں کو زینت مکیں سے ہوتی ہے وہ تمام تر زینت وہاں پائی جاتی ہے جو ایک بادشاہ کے بارگاہ کی ہوتی ہے اور کیوں نہ ہو۔

مست جو جام اُٹھائے وہی پیمانہ بنے ☆ جس جگہ بیٹھ کے پی لے وہی میخانہ بنے

الغرض یہی وہ نفوسِ قدسیہ ہیں جو میخانۂ وحدت کے ایسے مست ہیں جن کو خدا کی مقدس کتاب قرآن پاک ہمیشہ یاد کرتی رہے گی اور اُن کے مزارات سے وفادارانِ اسلام کو یہ صدا ہمیشہ آتی رہے گی۔

کام ہمت سے جواں مرد اگر لیتا ہے ☆ سانپ کو مار کے گنجینۂ زر لیتا ہے

آپ کا مزار شریف سُنواں تھانہ کے تحت موضع دکولی میں ہے جہاں ہر سال بڑی دھوم دھام سے عُرس ہوتا ہے اور ہزاروں معتقدین نذرانۂ عقیدت پیش کرنے جاتے ہیں۔ وہاں کا سارا انتظام خُدّام کے ہاتھوں میں ہے۔ آپ کا مزار مبارک آج بھی قبولیتِ دُعا کا مرکز ہے۔ حاضری باعثِ سعادت و نیک بختی ہے۔

حضرت سالار سیف الدین عرف سُرخرو سالار غازی رحمتہ اللہ علیہ

شہادت ۱۳؍ رجب المرجب ۴۲۴ھ بروز چہار شنبہ۔ درگاہ شریف جاتے ہوئے محلہ بخشی پورہ میں حضرت حافظ حیرت شاہؒ کے مزار سے اتر سے پچھم کی طرف وسیع راستہ جاتا ہے۔ تقریباً دوسو گز چلنے کے بعد سلطان فیروز شاہ تغلق کا تعمیر کردہ ایک عظیم الشان کہنہ پختہ گنبد نظر آئے گا۔ یہی وہ پُر نور گنبد ہے جس کے سایہ میں سلطان الشہداء سید سالار مسعود غازیؒ کے وفادار چچا آرام فرما ہیں۔ آپ عہدِ محمود غزنوی میں منصبِ جلیلہ پر فائز تھے مگر وصلِ مولیٰ کی تمنا میں حکومت کی کرسی پر چین نہیں ملا۔ سالار مسعود غازیؒ سے عرض کیا بیٹا اب دل میں شوقِ شہادت مچل رہا ہے۔ مگر منزلِ مقصود آپکے چہرۂ پُر نور پر قربان ہونے میں ہی مل سکتی ہے۔

گر در سرت ہوائے وصال است حافظاؔ
باید کہ خاک درگہ اہل بصر شوی
(حافظ شیرازیؔ)

سالارِ اعظم نے بطیّب خاطر ہمراہی کا اِذن فرما کر ہندوستان کی طرف کوچ کرنے کی توجہ دلائی۔ ملکِ بقا کا راہی اپنے بھتیجے کے ہمراہ ہندوستان کے مختلف معرکوں میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد فرماتا رہا۔ بالآخر وہ گھڑی آ گئی جسکی تمنا میں غزنی کی حکومت کو ٹھکرایا تھا اور ہندوستان تشریف لائے تھے یعنی ۱۳؍رجب المرجب ۴۲۴ھ کو بہرائچ کی سرزمین پر جب تیسری اور آخری فیصلہ کن جنگ عظیم کا معرکہ گرم ہوا تو سالار مسعود نے میمنہ کی کمانڈری کے لئے اپنے بڑے والد حضرت سید نصر اللہ شاہ غازیؒ دکولی کو اور میسرہ کی کمانڈری کے لئے اپنے بھانجے حضرت رجب سالار ہٹیلہ غازیؒ کو متعین فرمایا۔ حق و باطل کی اس جنگِ عظیم میں میسرہ کی کمانڈری فرمانے والے شاہ پور جوت یوسف کے ہٹیلہ غازی شہید ہو جاتے ہیں۔ بعد اطلاع سالارِ اعظم نے اپنے چچا کو میسرہ کی کمان عطا فرمائی۔ اللہ کے اس مشیر نے خون مرتضوی کے وہ جوہر دکھائے کہ مقابل کی فوجوں میں بھگدڑ مچ گئی پھر کفار نے مجتمع ہو کر تیروں کی بارش شروع کی۔ آپ لڑتے ہوئے موجودہ مقام پر جہاں آپ محوِ خواب ہیں دشمن کا ایک تیر شہ رگ کو پار کرتا ہوا نکلا۔ حیدر کا لعل زخم کی تاب نہ لا کر پشتِ اسپ سے نیچے تشریف لاتا ہے۔ اور کلمۂ شہادت پڑھتا ہوا اپنی جان کو مالکِ جسم و جان کے حوالے کر دیتا ہے۔

قطعۂ تاریخِ شہادت

حضرتِ سرخرو سالار شہ سیف الدین | پی کے جب جامِ شہادت ہوئے جنت کو رواں
اکبر وارثی کو دی یہ ندا رضواں نے | سن لکھو ان کی شہادت کا شہید میداں

۴۲۴ھ

سید سالار مسعود غازیؒ نے اپنے چچا کو اُسی مقام پر دفن فرمایا جہاں پر آپ نے جامِ شہادت نوش فرمایا تھا۔ دیگر شہداء کو بھی اطراف میں دفن فرمادیا جن کے نشانات باقی نہیں ہیں۔ آپ کے گنبد کے سایہ میں صرف چند رفقاء کی قبروں کے نشانات پائے جاتے ہیں جو زبانِ حال سے پکار رہے ہیں۔

﴿ نشانِ منزلِ مقصود ہے میری تربت ﴾

صوفیائے نامدار ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کو یہ مقصود ہو کہ سالار مسعودؒ اُس کی دعاء رد نہ فرمائیں تو پہلے وہ اس وفادار چچا کی بارگاہ میں حاضری دے۔ اِس لئے کہ یہ وہ وفادار چچا ہیں جنہوں اعلاء کلمتہ اللہ کے لئے بھتیجے کے حکم پر سیکڑوں تیر کھا کر سُنت امیر حمزہؓ ادا کرتے ہوئے داعی اجل کو لبیک کہا ہے۔ ان کی اس وفاداری کو سید سالار مسعود غازیؒ کبھی فراموش نہ فرمائیں گے۔

اکثر صوفیائے کرام و عاشقانِ پرتو جمال خداوندی کو دیکھا گیا ہے کہ دربار سلطان الشہداء میں حاضری سے پہلے حضور سید سالار سیف الدین غازیؒ کے دربار میں حاضر ہو کر چلّہ کشی فرماتے ہیں اور اِذن حاضری پا کر سلطان الشہداء کی چوکھٹ پر حاضری دیتے ہیں۔

آپ کا مزار مبارک زیارت گاہِ خلق ہے۔ ہیبت ناک گنبد عزم و استقلال قوّت و ہمّت کا پیکر بناتا ہے۔ آپ کا عُرس مبارک ۱۵؍رجب المرجب کو انتہائی شان و شوکت سے منایا جاتا ہے۔ لنگر تقسیم کئے جاتے ہیں۔ آپ کی شہادت ہم مسلمانوں کے لئے مشعلِ ہدایت ہے۔

rekhta

حضرت رجب سالار ہٹیلہ[۱] غازی رحمتہ اللہ علیہ ایک نظر میں

حسب ونسب	:	علوی سید
ولادت باسعادت	:	۹؍رجب ۳۸۳ھ مطابق ۹۹۳ء بروز جمعہ صبح صادق کے وقت اوّل ساعت میں بمقام غزنی
تکمیل علوم ظاہری وباطنی وفن سپاہ گری۔	:	۴۰۵ھ مطابق ۱۰۱۵ء ۲۲ سال کی عمر میں۔
خرقۂ ارادت وخلافت	:	آباء واجداد سے پایا تھا۔
والد ماجد	:	حضرت سالار زنگی غازیؒ
والد ماجد کی وفات	:	۷؍شوال ۴۲۳ھ مطابق ۱۰۳۲ء
والد ماجد کا مزار مبارک	:	قلعۂ قدیم اکبرآباد (آگرہ) میں
والدہ ماجدہ	:	حضرت نور بی بیؒ (بہن حضرت سید سالار مسعود غازیؒ)
ماموں	:	حضرت سید سالار مسعود غازیؒ

۱؎ آپ ہنگامہ نبرد قدم جمانے میں ایسی ہٹ کرتے تھے کہ پھر وہاں سے پیچھے نہ ہٹتے تھے اس لیے ہٹیلہ کے نام سے موسوم تھے۔

rekhta

بہرائچ میں آمد	:	سلطان الشہداء حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کے ہمراہ ۴۲۳ھ مطابق ۱۰۳۲ء میں۔
سالِ شہادت	:	۱۱؍رجب ۴۲۴ھ مطابق ۷؍جولائی ۱۰۳۳ء بروز جمعرات عمر ۱۹ سال۔
مزار مبارک	:	بہرائچ پولس لائن کے قریب موضع شاہ پور جوت یوسف عرف ہٹیلہ میں
مزارِ مبارک و درگاہ کی پہلی تعمیر	:	سلطان فیروز شاہ تغلق نے ۷۷۶ھ مطابق ۱۳۷۴ء میں مزار مبارک کا گنبد اور احاطہ تعمیر کرایا۔
درگاہ کمیٹی کا قیام وانتظام	:	پہلے انتظام خدّام کے ہاتھ میں تھا ۱۹۶۲ء سے ایک کمیٹی قائم ہے۔
عُرس اور میلہ کی تقریبات	:	آپ کا عُرس ۱۱؍رجب کو اور میلہ جیٹھ کے مہینے میں ہوتا ہے۔

حالات

سلسلۂ نسب۔ حضرت رجب سالار غازیؒ بن سالار زنگی غازیؒ بن قطب غازیؒ بن نور اللہ غازیؒ بن طاہر غازیؒ بن طیب غازیؒ بن شاہ عمر غازیؒ بن شاہ ملک آصف غازیؒ بن شاہ بطل غازیؒ بن عبدالمنان غازیؒ بن محمد حنیفہؒ بن اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہ۔

آپ بتاریخ ۹ رجب المرجب ۳۸۳ھ بروز جمعہ صبح صادق کے وقت اوّل ساعت بمقام غزنی پیدا ہوئے۔ ہر چہار طرف سے آواز شادیانہ پیدا ہوئی اور سالار زنگی پدر موصوف انتہائی ذوق وشوق میں جو کچھ نقد وجنس اپنے پاس رکھتے تھے دُرویشاں وفقراء ودیگر طائفہ کو چند دنوں میں دے دیا اور مجمعِ عیش وعشرت بلالحاظ ہر فرقے کے کیا۔ کیا اہلِ دنیا کیا اہل عقبیٰ دونوں کو آراستہ رکھا۔ بعد ازاں منجموں کو اپنے رُوبرو بلوا کر دریافت کیا کہ میرے لڑکے کا ستارہ دیکھو کہ کس ساعت میں پیدا ہوا ہے۔ منجمان نے علم نجوم میں تلاش ومعلوم کرکے عرض کی کہ فرزند اوّل ساعت آفتاب میں پیدا ہوا ہے۔ بہت بڑا سعادت مند ہے۔ مثلِ قطبِ آسمانی دنیا میں آیا ہے۔ بہت غیور ہے۔ بعد از بلوغ بادشاہ کے وزیر سے دشمنی ہوگی اور اس کا نام رجب سالار رہٹیلہ ہوگا۔ دین محمدی کے معاملے میں ثابت قدم رہے گا۔

rekhta

سالار زنگی اس خوشخبری کو سن کر بہت باغ باغ ہوئے اور منجموں کو بہت انعام دیا۔ جب سالار ساہو اور سالار زنگی اجمیر آئے تو آپ بھی غزنی سے ہمراہ ستر معلیٰ اجمیر آ گئے۔ اُس وقت آپ کی عمر ۲۲ سال سے زیادہ تھی سید سالار مسعود غازیؒ و دیگر امراء و بادشاہ کے لڑکوں جو سب باہم ہم سن تھے کے ساتھ جمع ہو کر آپ شکار اور سواری سیکھتے تھے۔ کبھی تیراندازی و نیزہ بازی میں مشغول ہوتے تھے اور کبھی میدان میں کھیلتے تھے۔ غرض کہ ہر طرح سے جہاد اکبر اور جہاد اصغر کے جملہ کاموں سے آراستہ و پیراستہ ہو گئے تھے۔

اس صحبت میں علمی مسائل نکتہ بینی و شعروں کا پڑھنا و امور سلطنت و بادشاہ و امراء و فوج و رعایا کے ساتھ برتاؤ و عمل اختیار کرنے کے اصول فقراء و مساکین کے ساتھ سلوک وغیرہ کرنے کے سلسلہ میں ہر طرح کے مذاکرات ہوا کرتے تھے اور کوئی صلاح و گفتگو مذاکرات بالا کے سوا دوسری نہیں ہوتی تھی اور جملہ حاضرین صحبت بھی کسی دوسری باتوں کے مذاکرات نہیں آنے دیتے تھے۔ سید سالار مسعود غازیؒ اپنے گروہ میں بہت بڑے بلند ہمت تھے اور اسی طرح آپ بھی تھے۔ اس زمانہ میں تمام آدمی آپ کو حاتم ثانی کہتے تھے۔ جو شخص کہ آپ کی خدمت میں آتا تھا ممکن نہ تھا کہ اُس کو کوئی چیز نہ دیں خواہ روپیہ خواہ خلعت خواہ گھوڑا خواہ تلوار و خنجر۔ غرض کہ اُس کی آئندہ ضرورت کے موافق ایک چیز دیتے تھے۔

آپ تیسری اور آخری جنگ کے دوران شہید ہوئے۔ وہ دن جمعرات کا تھا اور تاریخ ۱۱ر رجب المرجب ۴۲۴ھ تھا کہ قضاء کی تلوار آپ کی شہ رگ پر پہونچی چہرہ مانند آفتاب روشن اور مثل چاند سفید ہو گیا اور کلمہ شہادت کہتے ہوئے جان بمشاہدۂ حق تسلیم ہوئی۔ خدمت گاروں نے آپ کو اٹھا کر درختِ لرزہ کے نیچے بسترِ آرام پر لٹا دیا اور روئے مبارک قبلہ کی طرف کر دیا۔ آپ نے ایک مرتبہ آنکھ کھولکر تبسم فرمایا اور کلمہ زبان پر جاری ہوا اور وصال فرما گئے۔ اُس وقت آپ کی عمر ۱۹ سال تھی۔

آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور آپ کو مع لباس و ہتھیار درختِ لرزہ کے نیچے دفن کیا گیا اور روح پاک پر فاتحہ پڑھا گیا۔ حضرت سید سالار مسعود غازیؒ نے جس طرف نظر ڈالی سوائے کشتیوں کے اور کوئی دوسری چیز نظر میں نہیں آئی بعض زخمی و بعض حالتِ جانکنی میں و بعض بے جان و بعض آدمی صحیح و سلامت رہے تھے۔ جو لوگ صحیح و سلامت تھے اُن لوگوں نے سید سالار مسعود غازیؒ سے عرض کی کہ کفار بہت غالب آ گئے ہیں۔ اور لشکرِ اسلام بہت شہید ہوا ہے۔ اب ہم لوگوں کو کیا حکم ہے؟ آیا جنگ میں مشغول ہوں یا شہیدوں کو دفن کریں۔ یہ وقت بہت نازک ہے۔

آپ نے فرمایا کہ شہیدوں کو لاکر کنارے آبِ سرائن[1] میں وگڈھوں میں وکنوؤں میں ڈالدو کہ اُن کی شہادت کی برکت سے اس مقام سے کفر کی سیاہی برطرف ہوجائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا گڈھوں کوشہیدوں کی نعش سے بھر دیا گیا۔ ملک سنجر و ملک ابومحمد کو پانی کے کنارے سرائن میں برابر دفن کیا گیا پھر آپ نے فرمایا کہ سب شہیدوں کو لاکر گڈھوں وکنوؤں میں ڈال دو تا کہ اُن کے پاک جسموں پر کافروں کے ہاتھ نہ پہونچیں اور کوئی بے حرمتی نہ کرسکے۔ بعدازاں سید سالار مسعود غازیؒ گھوڑی سے نیچے اترے اور تازہ وضو کیا نماز ظہر بحضور قلب ادا کی۔ بے شمار شہداء کو جو حوض وکنوؤں[2] میں بھرے گئے تھے برابر کیا گنجِ شہداء[3] کے داہنے طرف حضرت رجب سالار ہٹیلہ غازیؒ کو دفن کیا اور اُن کے بائیں طرف حضرت میاں پیر ہارؒ وحضرت محمد سالارؒ وحضرت سید پرہنہؒ وحضرت امیر کورؒ کو برابر دفن کیا۔

---

1. آبِ سرائن موضع شاہ پور جوت یوسف عرف ہٹیلہ کے پاس ایک قدیمی تالاب ہے جو آج بھی موجود ہے اس کے کنارے آج بھی مزارات ہیں۔

2 و 3. حضرت رجب سالارؒ سے متصل پچھم جانب مزار کی دیوار سے ملا ہوا یہ قدیمی کنواں ہے جس میں شہداء مدفون ہیں۔ یہ کنواں شہداء کی لاشوں سے بھرا ہونے کی وجہ سے زمانہ قدیم سے ہی بند ہے اور گنج شہداء کے نام سے معروف ہے۔

اور انکی نماز جنازہ پڑھی اور انکی روح پاک پر فاتحہ پڑھا اور حضرت رجب سالار ہٹیلہ ؒ کے خدمت گاران شیخ سبحانی و شیخ برہانی دونوں سے جو کہ زخمی ہو گئے تھے فرمایا کہ جب اچھے ہو جائیں تو آستانۂ مبارکہ کی جھاڑو بہارو کرنے و چراغ جلانے کے لئے مقرر فرمایا کہ اپنی تمام عمر جاروب کشی آستانۂ مبارکہ میں مشغول رہ کر صرف کیں۔ رجب سالار ہٹیلہ غازیؒ کی شفقت باطنی اُن کے اوپر اولاد سے کسی طرح کم نہ تھی۔ اگر چہ آپ کی مہربانی عام ہے۔ لیکن اُن خدمت گاروں کے ساتھ خلوص و مہربانی لڑکوں اور بھائیوں سے زیادہ تھی۔

مزار مبارک

آپ کا مزار بہرائچ شہر میں پولس لائن کے قریب موضع شاہ پور جوت یوسف ہی میں واقع ہے جو اب ہٹیلہ کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کی درگاہ ایک کمیٹی کے زیرِ انتظام ہے۔ آپ کی درگاہ کافی خوبصورت تعمیر کرائی گئی ہے۔ سُلطان فیروز شاہ تغلق نے آپ کے مزار کا گنبد اور احاطہ تعمیر کرایا ہے۔ باقی عمارتیں کمیٹی نے تعمیر کرائی ہیں۔ جیٹھ کے میلے کے دوران زائرین آپکی درگاہ میں حاضری دینے ضرور آتے ہیں۔ ہر سال آپ کا عرس ۱۱؍رجب کو ہوتا ہے اور میلہ کی تقریبات بھی جیٹھ کے مہینے میں منائی جاتی ہیں۔

حضرت امیر خضر شہید رحمتہ اللہ علیہ

آپ سلطان الشہداءؒ کے خادمِ خاص اور مجاہدینِ اسلام کے اہم ترین صاحبِ تدبیر افراد میں سے تھے۔ آپ کی عقل و خرد و دیانت داری کی بنیاد پر سید سالار مسعودؒ غازیؒ نے خزانچی کے عہدہ پر فائز فرمایا تھا۔ ۴۲۴ھ کی آخری جنگِ عظیم میں جو بہرائچ کے ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ موجودہ انارکلی جھیل کے اُتری کمان پر جو انارکلی جھیل سے اتر کی جانب تقریباً ایک کلومیٹر کی دوری پر ہے۔ آپ نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ مزارِ پاک قبولیتِ دُعا کا مرکز ہے۔ اہل اللہ زیارت کے لئے برابر تشریف لاتے ہیں اور حضرت خِضر کے فیوض و برکات سے مالا مال ہوتے ہیں۔ بہرائچ کے عوام آپ کو پیر خضر کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

حضرت بھولے شہید رحمتہ اللہ علیہ

آسام روڈ پر رِسیا حسین پور موڑ سے دکھن کی طرف تقریباً ایک کلو میٹر چلنے کے بعد سرجوندی کے کنارے بلندی سے جاتے ہوئے اِملی اور پُرخار درختوں کے سایہ میں حضرت بھولے شہیدؒ کا مزارِ مبارک ہے۔ آپ نے ۴۲۴ھ کی جنگِ عظیم میں انارکلی پر متعینہ فوج کی ہمراہی میں اُس مقام پر جا کر لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

آپ پہلے کھلے میدان میں مدفون تھے تعمیر کو پسند نہ فرماتے تھے بعدہٗ سلسلۂ اشرفیہ کے مقتدا حضور محدث اعظم ہند نے اجازت چاہی تو فرزندِ رسول کی سفارش پر تعمیر کی اجازت دے دی تب چھت اوپر سے ڈالدی گئی۔ آپ کی بارگاہ میں اہلِ عقیدت ہندی ماہ پُوس کے پہلے جمعرات کو میلہ کی شکل میں حاضر ہوتے ہیں اور مرادیں پاتے ہیں۔

کرامات

جنگلی علاقہ ہونے کی وجہ سے انسان کا گذر کم ہوتا تھا۔ تو ربّ کائنات نے آپ کے آستانہ کی جاروب کشی کے لئے شیر کو مقرر فرمایا جو اپنی دُم سے جاروب کشی کر کے وفادارِ شہید کا ثبوت پیش کرتا رہا اور آخری سانس تک حضرت بھولے شہیدؒ ہی کے قدموں میں جان توڑی۔ اس وفادار کی قبر بھی آپ کی قبر کے ساتھ موجود ہو کر زیارت گاہِ خلق ہے۔

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ☆ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

(حافظ شیرازی)

ترجمہ:۔ جس شخص کا دل عشق کی وجہ سے زندہ ہو گیا وہ کبھی نہیں مرتا۔ ہم عشاق کا نام جریدۂ عالم پر لکھ دیا گیا ہے جو مٹ نہیں سکتا۔

حضرت امیر حسن شہید رحمتہ اللہ علیہ

آپ نے ۴۲۴ھ کی جنگ حق و باطل میں بہرائچ کے مغربی و شمالی گوشہ بمقام پیر بھٹنی (علاقہ نواب گنج نان پارہ) میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ آپ اس مقام کی کمانڈری فرما رہے تھے۔ اور سید سالار مسعود غازیؒ کے سپاہ کے سردار و تاج دار شمار کیے جاتے تھے۔ آپ کا اہم ترین مقابلہ چردہ کے راجہ سے ہوا تھا۔ جو روپئی ڈیہہ کے قریب واقع ہے۔ جہاں پر اُس زمانہ کے قلعہ اور ٹیلہ کا نشان باقی ہے۔

حضرت امیر حسنؒ کا مزار پاک تجلّیاتِ ربانی کا مرکز ہے۔ خلقِ خدا اس شہیدِ راہِ وفا سے فیض لازوال پاتی ہے۔

حضرت خنجر شہید رحمتہ اللہ علیہ

آپ کا مزار پاک بہرائچ کے شاہی گھنٹہ گھر کے پورب لبِ سڑک درمیانِ چہار دیواری میں واقع ہے۔

عجب راہیت راہے عشق کہ آنجا ☆ کسے سر بر کُند کس سر نباشد

حضرت خنجر شہیدؒ حضرت سلطان الشہداء سید سالار مسعود غازیؒ کے ہمراہ ۱۴ رجب المرجب ۴۲۴ھ کو بہرائچ کی آخری جنگِ عظیم میں بہرائچ سے دکھن لکھنو روڈ پر واقع مقام فخر پور میں شہید ہوئے۔

مگراس زمین پر آپکا سرِ مبارک تن سے علاحدہ گر گیا جو اسی مقام پر مدفون ہے مگر آپ پُشتِ اسپ پر سوار رہتے ہوئے بہرائچ کی طرف متوجہ ہوئے اور اُس مقام پر جہاں آپ کا مزارِ مبارک ہے یہ خبر محسوس ہوئی کہ میرا سردار و مقتدا شہید ہو چکا ہے۔ آپ گھوڑے سے نیچے تشریف لاتے ہیں اور حقیقی طور پر وصلِ مولیٰ ہو جاتے ہیں۔ آپ کا مزارِ مبارک شاہی گھنٹہ گھر کے پورب چوک بازار سے درگاہ روڈ پر جاتے ہوئے درمیان سڑک پر ایک خوبصورت چہار دیواری کے درمیان واقع ہو کر زیارت گاہِ خلق ہے۔

انگریز حکمراں نے کئی بار سڑک کو سیدھی کرنے کے لئے آپ کی تُربت کے ساتھ توہین کی غرض سے آگے بڑھے مگر قدرت نہ پا سکے۔ رب کی طرف سے ایسے کاری ضرب لگے کہ سڑک تو ٹیڑھی کر لیا مگر مزارِ مقدّس کی توہین نہ کر سکے اور کیسے کر سکتے تھے ربِّ کائنات نے اپنی بارگاہ میں شہید ہونے والوں کو وہ قوّت عطاء فرمائی ہے کہ وہ زندوں سے زیادہ تصرف کے مالک ہوتے ہیں۔ آج بھی خنجر شہید درمیان سڑک پر آرام فرما ہو کر اپنی حکومت کا سکّہ قلوبِ انسانی پر قائم فرما رہے ہیں۔ آپ کے مزارِ مبارک کے قریب ایک مسجد بھی ہے جو مسجد خنجر شہید کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت عالم شہید رحمتہ اللہ علیہ

بہرائچ سے شاہی گھنٹہ گھر سے قاضی پورہ روڈ جاتے ہوئے تقریباً پچاس قدم چلنے کے بعد داہنے طرف لبِ سڑک ایک عظیم الشان مرقد مبارک ہے جو حضرت عالم شہیدؒ کے نام سے مشہور ہے۔ آپ نے ۴۲۴ھ کی آخری فیصلہ کن لڑائی میں پچھمی ہائی کمان کی کمانڈری فرماتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ اور مقامِ شہادت ہی پر آپ مدفون ہوئے۔ آپ کا روضہ بھی زیارت گاہِ خلقِ خدا ہے۔ آپ کے مزارِ مبارک سے متصل ایک مسجد بھی ہے جو مسجد عالم شہید کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت سید ابراہیم شہید رحمتہ اللہ علیہ

شہادت ۱۵؍رجب ۴۲۴ھ ۔ آپ کو سلطان الشہداء حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کے اُستاد ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ خود اپنے شاگرد کی خداداد صلاحیت پر فخر فرماتے ہوئے حیات کے آخری لمحہ تک ساتھ رہے اور بعد قتل سہر دیو (سہیل دیو) آپ نے بھی جام شہادت نوش فرمایا۔ آپ کا مزارِ مبارک موجودہ محلّہ اکبر پورہ میں لبِ سڑک ایک احاطہ میں واقع ہے۔ دیگر شہداء کی قبروں کے نشانات بھی پائے جاتے ہیں جن کا علم کسی کو نہیں ہے۔

ختم شد

کتابیات

تفسیر مظہری (اردو) جلد اول ودوم	حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ	مترجمہ مولانا سید عبدالدائم الجلالی مطبوعہ ۱۹۶۲ء طبع اول ندوۃ المصنفین دہلی
مرآۃِ مسعودی (اردو)	مولانا عبدالرحمن چشتی	مترجمہ ڈاکٹر جگدیو سنگھ مطبوعہ ۱۹۹۷ء بکس انڈیا انٹرنیشنل، دہلی
مرآۃِ مسعودی (اردو)	مولانا عبدالرحمن چشتی	مترجمہ مولانا محمد صدیق حسن قادری مطبوعہ ۱۹۹۰ء تاج پریس بہرائچ
صولتِ مسعودی	(مرآۃِ مسعودی کا اردو ترجمہ)	مترجمہ محمد عبدالغنی شاہ قادری مطبوعہ ۱۲۸۶ھ مطبع علوی، لکھنؤ
غزانامہ مسعود	(مرآۃِ مسعودی کا اردو ترجمہ)	مترجمہ مولوی عنایت حسین بلگرامی مطبوعہ ۱۲۸۷ھ مطبع نظامی کانپور
مرآۃِ مسعودی (فارسی)	مولانا عبدالرحمن چشتی	مخطوطہ
آئینۂ مسعودی	خواجہ اکبر وارثی میرٹھی	مطبوعہ ۱۳۵۷ھ رزّاقی پریس، کانپور
تاریخ مسعودی	ڈاکٹر محمد نعیم اللہ خاں خیالی	مطبوعہ ۱۹۵۴ء نامی پریس لکھنؤ
حیاتِ مسعودی	محمد عباس خاں شیروانی	مطبوعہ ۱۹۳۴ء شیروانی پرنٹنگ پریس علیگڑھ
تذکرہ سید سالار مسعود غازیؒ	مولانا بدر عالم اعظمی	مطبوعہ ۱۹۷۸ء اسرار کریمی پریس الہ آباد
ترنمِ خداداد در ذکرِ مسعود	مرزا خداداد بیگ	مطبوعہ ۱۸۸۷ء مطبع اعجاز محمدی لکھنؤ
مسعود نامہ (منظوم، فارسی)	اظہر میرٹھی	سال تصنیف ۱۰۹۱ھ مخطوطہ
تاریخ صالحین بہرائچ	مولانا محمد صدیق حسن قادری	مطبوعہ ۱۹۹۰ء تاج پریس بہرائچ
سید سالار مسعود غازیؒ کے مآخذ	معین احمد علوی کاکوروی	
آئینۂ اودھ	شاہ ابوالحسن مانکپوری	مطبوعہ ۱۳۰۳ھ مطبع نظامی کانپور
خودنوشت سوانح حیات	حضرت مولانا شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ (قلمی)	مخطوطہ
معمولاتِ مظہریہ (فارسی)	حضرت مولانا شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ	مطبوعہ ۱۲۷۵ھ مطبع نظامی کانپور
معمولاتِ مظہریہ (اردو)	حضرت مولانا شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ	مترجمہ مولانا محمود عبدالستار بھولے پوری

rekhta

سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات	پروفیسر خلیق احمد نظامی	
خزینۃ الاصفیاء جلد اول و دوم	مفتی غلام سرور لاہوری	مطبوعہ ۱۲۹۰ھ مطبع ثمر ہند لکھنؤ
فتوحاتِ ہند	مولوی عنایت حسین بلگرامی	مطبوعہ ۱۲۸۷ھ مطبع نظامی کانپور
مرآۃ الاسرار (اردو)	مولانا عبدالرحمٰن چشتی	مترجمہ مولانا کپتان واحد بخش سیال چشتی صابری مطبوعہ ۱۴۱۸ھ ۱۹۹۷ء مکتبہ جام نور، دہلی
لطائف اشرفی (اردو) حصہ سوم	شیخ نظام غریب اللہ یمنیؒ	مترجمہ مولانا محمود عبدالستار بھولے پوری مطبوعہ دانش بک ڈپو 'ٹانڈہ' امبیڈکر نگر
سفرنامہ ابن بطوطہ	شیخ ابن بطوطہ	مترجمہ خان بہادر مولوی محمد حسین مطبوعہ ۲۰۰۰ء عاکف بک ڈپو دہلی
رسالہ المسعود نمبر ۱	خواجہ خلیل احمد شاہ	مطبوعہ ۱۹۳۰ء ادبی پریس لکھنؤ
رسالہ مسعودیہ نمبر ۱	خواجہ خلیل احمد شاہ	مطبوعہ شاہی پریس لکھنؤ
رسالہ معارف اعظم گڑھ		نومبر ۱۹۶۰ء
ہفتہ وار اخبار بہرائچ ٹائمز "غازی نمبر"		مطبوعہ ۲۸ اپریل ۱۹۸۳ء

rekhta